تذکرۂ حیات

امام النحو صدر العلماء

مولانا علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رح

صاحب البشیر الکامل واستاد

مولانا علامہ شاہ احمد نورانی

تحریر:

مولانا علامہ محمد منشاء تابش قصوری مدظلہ

محمد عبدالحکیم شرف قادری

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

نام کتاب ـــــ تذکرہ حیات امام النحو سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ

سلسلہ اشاعت ـــــ ۱۸۲

ترتیب وتدوین ـــــ محمد منشا تابش قصوری

تحریک ـــــ علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

مؤید ـــــ الحاج محمد مقبول احمد ضیائی قادری

تصحیح ـــــ حافظ محمد مسعود اشرف قصوری

کمپوزنگ ـــــ Words Maker Lhr.

صفحات ـــــ ۶۴

باراول ـــــ ۲۰۰۲ء/۱۴۲۲ھ

ناشر ـــــ رضا اکیڈمی لاہور

مطبع ـــــ احمد سجاد آرٹ پریس

ہدیہ ـــــ دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیجیں

عطیات بھیجنے کے لئے

رضا اکیڈمی کے اکاؤنٹ نمبر ۹۳۸/۳۸، حبیب بنک وسن پورہ برانچ لاہور

ملنے کا پتہ

رضا اکیڈمی

چاہ میراں محبوب روڈ لاہور (پاکستان)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور علم نحو	۵
۲	منقبت غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علم نحو	۵
۳	خاندانی پس منظر اور ولادت کی بشارت	۷
۴	بشارتِ عظمیٰ	۸
۵	آپ کے والد ماجد کی داستانِ حج	۹
۶	جائز نہیں ہے دوستو مولود و فاتحہ	۱۱
۷	بعد از وصال زیارتِ مدینہ منورہ	۱۳
۸	امام النحو کے جد امجد	۱۳
۹	ادب واحترام مرشد	۱۴
۱۰	بر سبیل تذکرہ	۱۶
۱۱	خربوزے میٹھے، پھیکے	۱۷
۱۲	حضرت بشر حافی علیہ الرحمۃ اور خربوزے	۱۸
۱۳	شجر وحجر میں محبت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹
۱۴	تعلیم وتربیت	۱۹
۱۵	بجائے آیۃ کریمہ، پنج گنج کا ختم شریف	۲۰
۱۶	صرف ونحو میں یگانہ روزگار	۲۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷	حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ	۲۲
۱۸	اور ..... بھاگ کھڑا ہوا	۲۲
۱۹	مراد آباد سے اجمیر شریف تک	۲۴
۲۰	حافظ ملت علیہ الرحمۃ کا خراجِ محبت	۲۷
۲۱	دورِ آخر کا امام النحو	۲۷
۲۲	اجمیر شریف سے بریلی شریف آمد	۲۸
۲۳	تمغائے امتیاز .....؟	۲۹
۲۴	سعادت بیعت	۳۰
۲۵	تدریسی خدمات	۳۲
۲۶	نشرواشاعت یا عملی زندگی	۳۳
۲۷	درس و تدریس	۳۳
۲۸	عمریوں ہی تمام ہوتی ہے	۳۵
۲۹	تقریر	۳۵
۳۰	تصنیف و تالیف	۳۶
۳۱	مآخذ	۳۸
۳۲	اظہارِ تشکر	۳۹
۳۳	زیر ترتیب مکمل سوانح حیات کے اہم عنوان	۴۰
۳۴	پیکر علم وفن (از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی)	۴۱
۳۵	منقبت (از علامہ بدر القادری مدظلہ - ہالینڈ)	۶۰
۳۵	سید الاساتذہ حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی کی یاد میں	۶۱

نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور علم نحو

سب تمہاری ہی خبر تھے
تم مؤخر مبتدا ہو
قرب حق کی منزلیں تھے
تم سفر کا منتہیٰ ہو
قبل ذکر اضمار کیا جب
رتبہ سابق آپ کا ہو
طور موسیٰ، چرخ عیسیٰ
کیا مساوی دنیٰ ہو

(امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

منقبت غوث الوریٰ رضی اللہ عنہ اور علم نحو

تیرا منسوب ہے مرفوع اس جا
اضافت رفع کی عامل ہے یا غوث
ترے کامی مشقت سے بری ہیں
کہ برتر نصب سے فاعل ہے یا غوث
احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث
نبی سے آخذ اور اُمت پہ فائض
ادھر قابل ادھر فاعل ہے یا غوث

(امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ)

علوم وفنون اسلامیہ میں تاریخ سیر وسوانح کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ ایک ایسا وسیع وعریض سمندر ہے جس کی غواصی ارباب علم و دانش اور صاحبان حکمت وفراست کرتے چلے آ رہے ہیں' محققین ومفکرین' مورخین اور سیرت نگاروں نے اس سلسلہ کو ہر دور میں آگے بڑھانے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اپنی مساعی جمیلہ سے لاتعداد موضوعات وعنوانات پر اس نہج سے قلم چلایا کہ زمانہ ان کی بے پایاں علمی تحقیقی اور تاریخی خدمات پر خراج تحسین ومحبت پیش کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔

رجال پر ان گنت کتب لکھی گئیں اور ہمیشہ لکھی جاتی رہیں گی۔ یہ ایسا عظیم اور پرکشش فن ہے جس سے ہر صاحب علم دلچسپی رکھتا ہے۔ لیکن ہر ایک کی تاریخ نہیں لکھی جاتی۔ ہر ایک کو صفحہ قرطاس کے لائق نہیں سمجھا جاتا۔ اور نہ ہی ہر ایک کی تاریخ میں جگہ ہوتی ہے مگر جنہیں تاریخ اپنے اندر محفوظ رکھتی ہے' زمانہ اسے دوام بخشتا ہے ان کی خاص بات ہوتی ہے۔ وہ اپنے کمالات اور خصائص وخصوصیات کے باعث قلم کی زینت بنتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں ہزاروں برس پہلے کے انسان کے احوال وآثار' اوصاف وکیفیات پر تفصیل سے آگاہی حاصل ہوسکتی ہے جسے ہم نے دیکھا تک نہیں۔ صرف صفحات تواریخ میں دیکھا پڑھا اور پھر اتنے متاثر ہوئے کہ جگہ جگہ اس کی باتیں' اس کی حکایتیں' اس کے تذکرے' اس کی داستان اور اسی کی کہانی آخر کیوں؟

اس کا سیدھا سا جواب ہے کہ اہل علم وقلم نے اس کے کارناموں کو اجاگر کیا اس کے اعمال وافعال کی تشہیر ہوئی۔ اس کے علوم وفنون نے نہ صرف اسے ذاتی طور پر مقبولیت کا شرف بخشا بلکہ اس کے عملی کردار وخدمات اور اس کی روح پرور پرسوز

آواز نے اتنا متاثر کیا کہ گم گشتگان راہ' راہ راست پر گامزن ہوئے بیگانے یگانے بنے اور آفاق نے اسے شہرت کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

ایسی نامور اور تاریخی شخصیات کی فہرست طویل ترین ہے ماضی قریب میں ہماری ان گنت اور لاتعداد نابغہ روزگار ہستیاں براعظم ایشیا پاک و ہند میں ظہور پذیر ہوئیں جنہوں نے بڑی عرق ریزی' محنت اور جہد مسلسل سے اسلامی علوم وفنون شریعت و طریقت' حقیقت ومعرفت کی آبیاری فرمائی کہ آج ان کے اسمائے گرامی آسمان شہرت پر پوری آب وتاب سے چمک رہے ہیں مگر ان تمام فیض بار اور بابرکات محسنین کے احوال وکوائف' کمالات وحقائق کو اس مختصر سے مقالہ میں لانا ممکن نہیں' یہاں صرف اہل سنت و جماعت کی ایک نہایت ہی بلند مرتبت شخصیت' ممدوح اکابر' مخدوم ملت' فخر المتکلمین' عمدۃ المحققین منبع فیوض و برکات' فخر سادات' استاذ الاساتذہ' صدر المدرسین' سید العلماء امام النحو حضرت علامہ الحاج سید غلام جیلانی' اشرفی سمنانی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات معلیٰ صفات کی حیات مقدسہ کے چند پہلو نمایاں کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ حضرت کی روح پرفتوح کو اس طریقے سے ایصال ثواب کیا جاسکے اور مستقبل کے مؤرخ کے لئے بتمانہ نہ سہی کچھ تو حالات پیش کر دیئے جائیں تاکہ جب وہ اپنے قلم کو آپ کی حیات مبارکہ سے تر کرنے لگے تو دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

❖ خاندانی پس منظر اور ولادت کی بشارت

استاذ الاساتذہ صدر العلماء' امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی اشرفی سمنانی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۱ ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۸-۱۳۱۷ھ ۱۹۰۰ء کو ریاست دادوں علی گڑھ (بھارت) میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت علامہ مولانا سید غلام فخر الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہے جب کہ آپ کے دادا جان کا نام نامی حضرت علامہ مولانا سید سخاوت حسین فخری سلیمانی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔

❖ بشارتِ عظمیٰ

آپ کی ولادت با سعادت سے قبل آپ کی چار ہمشیرگان متولد ہو چکی تھیں۔ لیکن آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید غلام فخر الدین شاہ رحمہ اللہ علیہ کے دل میں نرینہ اولاد کی خواہش بیدار رہتی۔ فرزند دلبند کی آرزو نے کچھ ایسی محبت پیدا کر رکھی تھی کہ انہوں نے محبوب سبحانی، شہباز لامکانی قطب ربانی حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہایت تزک و احتشام سے گیارھویں شریف کے انعقاد کی نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے فرزند ارجمند کی نعمت سے نواز دے تو بڑے وسیع پیمانہ پر گیارھویں شریف کی جائے گی حالانکہ پہلے بھی آپ کے والد ماجد علیہ الرحمتہ ہر ماہ گیارھویں شریف کی تقریب باقاعدگی سے مناتے آ رہے تھے۔

چنانچہ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمتہ کی دلی آرزو کی تکمیل کا وقت قریب آ رہا تھا کہ ایک شب خواب میں کسی بزرگ نے زیارت سے مشرف فرماتے ہوئے کہا "سید صاحب" اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا عطا فرمائے گا اس کا نام "غلام جیلانی" رکھا جائے۔ نہ جانے آپ کے والد ماجد اس ایمان افروز، روح پرور، اور امید افزا، حسین ترین خواب کی عملاً تعبیر کے لئے شب و روز کس بے تابی سے منتظر رہے ہوں گے کہ گیارہ ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کی بشارت کو "غلام جیلانی" کی صورت میں پورا فرما دیا۔ جب کہ آپ کی ولادت با سعادت پر خاندان میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ اور پھر وہی نام رکھا گیا جس کا خواب میں حکم ہوا تھا۔ نیز بڑی دھوم دھام سے گیارھویں شریف منا کر منت پوری کی گئی "عجیب اتفاق کے عین گیارہ تاریخ کو آپ متولد ہوئے گیارھویں کے ساتھ کتنی حسین اور پیاری مناسب رہی جب کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ماہ رمضان المبارک میں ۴۷۰ھ کو پیدا ہوئے تھے۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیمo

امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ از خود بھی زندگی بھر اس بشارت پر شاداں و فرحاں رہے۔ بلکہ ان کی تو یہ دعا رہی "فقیر کی یہ دلی تمنا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل میں اس ماہ مبارک (ماہ رمضان) میں وفات نصیب کرے۔

ایں دعا از بندہ آمین از ملک
پوزش از بغداد اجابت از فلک

❖ آپ کے والد ماجد کی داستان حج

زیارت روضہ پر نور کی ہو حج کعبہ ہو
ہے بس یہ التجا اے سونے والے سبز گنبد کے

(تابش قصوری)

حضرت امام النحو فرماتے ہیں۔

میرے والد ماجد حضرت مولانا سید غلام فخر الدین قدس سرہ نے دینوی تفکرات کے باعث شرح جامی تک پڑھا تھا کہ نواب احمد سعید خان صاحب شیروانی والیٔ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ نے استاذزادہ ہونے کی نسبت کا احترام کرتے ہوئے اپنی حدود میں تیس بتیس بیگھہ زرعی زمین عطا کی اور ساتھ ہی مسجد اندرون گڑھی کی امامت و خطابت کے فرائض سونپ دیئے۔ جس میں جمعہ و عیدین کے باقاعدہ خطبات سے آپ نے اسلام و مسلمین کی بھرپور خدمات سرانجام دیں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں والد ماجد کی طبیعت میں بے تکلفی اور مزاج میں سادگی تھی جیسے اسلاف میں پائی جاتی تھی زیارت حرمین شریفین کا مدتوں سے اشتیاق تھا۔ ایک مرتبہ دل میں ولولہ اٹھا اور بعزم سفر میرٹھ تشریف لے آئے۔

محبت کی بے تابیاں کچھ نہ پوچھو
رُخِ مصطفیٰ کا خیال آ گیا ہے (نسیم بستوی)

اس مبارک سفر کے لئے کچھ لوازمات ہوتے ہیں جن کا آپ نے کچھ لحاظ نہ رکھا۔ نہ ٹیکے لگوائے نہ رقم جمع کرائی (نہ درخواست دی) نہ کسی کمپنی سے مراسلت فرمائی۔ کہ سیٹ ریزرو ہو جاتی۔ میں نے بھی توکلاً علی اللہ میرٹھ کے بعض احباب کے ساتھ سوار کر دیا ۔

میری تقدیر بن جائے مری قسمت سنور جائے
مریضان محبت میں بٹھا دو یا رسول اللہ

(تابش قصوری)

جب ٹرین نے روانگی کے لئے سیٹی بجائی اور میں بھی اجازت لے کر اترا تو دو آدمی سوار ہوئے جنہیں دیکھ کر شبہ سا ہوا کہیں یہ جیب تراش نہ ہوں۔ اسی وجہ سے ''سراوہ'' حاضر ہوا اور اپنے آقائے نعمت فقیر کامل' عارف واصل حضرت حافظ سید محمد ابراہیم صاحب قبلہ قدس سرہ سے سارا واقعہ بیان کیا۔

آپ نے اطمینان بخش کلمات فرمائے تو تردد رفع ہوا۔ آپ فرماتے ہیں والد ماجد مرحوم نے واپسی پر فرمایا ممبئی پہنچ کر ساتھیوں کو ٹکٹ مل گئے اور مجھے نہ ملا تو میں ایک طرف کھڑا ہو کر اپنی حرماں نصیبی پر رونے لگا اور ہچکی بندھ گئی ۔

پریشان حال ہوں للہ نگاہ لطف ہو جائے
سنو آہ و فغاں غم کو مٹا دو یا رسول اللہ ﷺ

(تابش قصوری)

ایک صاحب بشکل قلی نظر آئے۔ اور اس نے دیکھتے ہی کہا ''بڑے صاحب کیا بات ہے'' میں نے کہا ٹکٹ نہیں ملا وہ بولا۔ آیئے میں دلواتا ہوں مجھے لے جا کر ایک دفتر کے بیرونی کمرے میں بٹھا دیا اور فرمایا میں ابھی آتا ہوں جب بیٹھے بیٹھے ایک گھنٹہ کے قریب گزر گیا اور وہ نہیں آئے تو مجھے پریشانی لاحق ہوئی۔ بحالت پریشانی میں نے چند مرتبہ اندرونی کمرے کی جانب جھانک کر دیکھا۔

ایک مرتبہ افسر نے دیکھ لیا جو میرٹھی ٹوپی پہنے ہوئے اور باریش تھا۔ چپراسی بھیج کر مجھے طلب کیا میں اندر پہنچا تو مجھے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے کرسی پر بٹھا کر دریافت کیا۔ آپ کیوں پریشان ہیں میں نے کہا ٹکٹ نہیں ملا۔ برابر میں ایک صاحب ٹکٹ دے رہے تھے ان سے فرمایا ٹکٹ بند کر دیجئے اور پہلے انہیں دیجئے چنانچہ تعمیل حکم میں فوراً ٹکٹ بند کر دیئے گئے اور بعجلت ٹکٹ بنا کر مجھے دے دیا۔ کسی نے سچ کہا ہے ۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ہو گر ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا غلام فخر الدین صاحب قدس سرہ ۱۸ ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ کی رات' بمقام ریاست دادوں نوے سال سے زیادہ عمر پا کر اس دار فانی سے راہی بقا ہوئے۔

(نور اللہ مرقدہ ورحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

❖ جائز نہیں ہے دوستو مولود و فاتحہ؟

امام النحو حضرت سید غلام جیلانی اشرفی قدس سرہ العزیز کا خاندان عالی مقام علم وفضل میں یگانہ روزگار تھا۔ جن کی علمی وعملی' ظاہری و باطنی روحانی و جسمانی خدمات کا زمانہ معترف ہے۔ چنانچہ آپ اپنے عم محترم حضرت مولانا علامہ سید غلام قطب الدین برہمچاری قدس سرہ جنہیں استاذ الکل حضرت علامہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی قدس سرہ القوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ انہوں نے ہندوانی روپ اختیار کر کے زبان سنسکرت کی تحصیل کی اور ہندو دھرم سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے بعد میدان تبلیغ میں اترے۔ آریہ مذہب کا خوب رد کیا۔ سینکڑوں مشرکین کو مشرف با اسلام کیا ایک سوٹ کیس میں ان کی چوٹیاں محفوظ تھیں۔

آخری عمر میں غیر مقلدین اور وہابیوں کے رد کی جانب متوجہ ہوئے۔ نظم لکھنے

میں ان کا انداز بڑا نرالا اور انوکھا تھا طبیعت میں فطرۃً ظرافت اور حاضر جوابی تھی۔ سائل کو دیکھتے ہی بھانپ لیتے کہ اس کے لئے ''الزامی جواب'' کارگر اور مسکت کیا ہو گا ایک بار علی گڑھ اسٹیشن پر رخصت کنندہ احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک غیر مقلد نے آ کر سوال کیا۔

مولانا! یہ تو فرمایئے کہ بدعتی لوگ تیجہ میں کلمہ اور قرآن پڑھ کر مردوں کو پہنچاتے ہیں یہ کس طرح پہنچ جاتا ہے؟ آپ نے بے ساختہ فرمایا ''تیری..... ماں..... کی؟ غیر مقلد صاحب سن کر برہم ہو گئے اور کہنے لگا! آپ عالم ہو کر میری ماں کو گالی دیتے ہیں آپ نے فرمایا معاف فرمانا!

میں یہ سمجھا کہ آپ کے دماغ پر شیطانی تخیلات مسلط ہو چکے ہیں اس لئے ان کا اتار شیطانی بات سے ہی ہو گا؟ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمایئے۔

آپ کے خیال میں گالی اتنی طاقت رکھتی ہے کہ مردوں تک پہنچ جائے؟ تو کلمہ طیبہ اور کلام الٰہی مردوں تک کس طرح نہ پہنچ سکے گا۔ کیا یہ دونوں گالی کے برابر بھی طاقت نہیں رکھتے؟ فتنہ ارتداد کے زمانے آگرہ میں ایک مشاعرہ ہوا۔ جس کا مصرع طرح یہ تھا۔

جائز نہیں ہے دوستو مولود و فاتحہ

آپ رقم طراز ہیں میرے عم محترم مولانا سید قطب الدین صاحب رحمہ اللہ علیہ اس بحر میں ایک غزل لکھ کر لے گئے جس وقت اس ''طرح'' پر ضم کردہ مصرع پڑھا مجلس مشاعرہ میں تحسین و آفرین کی دھوم مچ گئی وہ مصرع یہ تھا۔

کنجوس، سود خور، وہابی کے مال سے
جائز نہیں ہے دوستو مولود و فاتحہ

ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ میں بمقام سہسوان ضلع بدایون میں وصال فرمایا وصال سے قبل آپ نے آفتاب شریعت ماہتاب طریقت عم معظم حضرت مولانا شاہ

مصباح الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ میری نماز جنازہ بھائی مصباح الحسن پڑھائیں۔ حالانکہ جب کہ موصوف پھپھوند ضلع اٹاوہ میں تشریف فرما تھے۔

حاضرین نے انہیں اطلاع تک نہ دی مگر قدرت الٰہی کہ ان کے دل میں خود بخود سہسوان جانے کا ارادہ بلا کسی ضرورت پیدا ہوا اور اسی شب بعد مغرب پہنچ گئے جس میں حضرت برہمچاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے وصال فرمایا تھا اور حسب وصیت انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

❖ بعد از وصال زیارت مدینہ منورہ؟

نماز ''عید الفطر'' کے بعد سہسوان کے ایک صوبے دار صاحب، زیارت حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوئے مدینہ منورہ پہنچ کر روضہ اطہر کے سامنے دیکھا حضرت برہمچاری صاحب حاضر ہیں۔ ''صوبے دار صاحب'' سراپا حیرت بن گئے کہ ان کا تو سہسوان میں انتقال ہو چکا ہے پھر یہاں کیسے؟

آگے بڑھ کر بعد از سلام دریافت کیا کہ آپ یہاں کیسے؟ لب پر انگشت رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ فرمایا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔

ہر گز نہ نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

(نور اللہ مرقدہ و رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

❖ امام النحو کے جد امجد

حضرت صدر العلماء سید غلام جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں کہ میرے جدّ امجد زبدۃ الکاملین، قدوۃ العارفین، عارف اسرار قاب قوسین حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین قدس اللہ سرہ العزیز، ان علمائے شریعت سے تھے جن کی زیارت

کو حدیث میں عبادت قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے مجدد ملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں آپ کا ذکر ہوتا تو نام مبارک سن کر تعظیماً سینہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ کا نام باغیوں کی لسٹ میں تھا جن کی بناء پر جائیداد ضبط کی گئی۔

انگریزی فوج جگہ جگہ مجاہدین آزادی کو تلاش کر رہی تھی جب آپ کی گرفتاری کے لئے آئی تو اس وقت آپ مسجد محلہ قاضی سہسوان میں تشریف فرما تھے۔ اسی مسجد میں آپ خطابت کے جواہر دکھایا کرتے تھے۔ انگریزی فوج کو پتہ چلا کہ آپ مسجد میں ہیں۔ تو فوج نے ادھر کا رخ کیا آپ بے خوف وخطرہ وہی رہے افسر کی جیسے ہی نگاہ آپ کے چہرۂ منور پر پڑی تو پکار اٹھا یہ ''پادری'' ''عالم'' ہے اسے نظر انداز کرو یہ کہتے ہوئے فوج واپس چلی گئی۔ جب کہ آپ کے بھائی اور دیگر عزیزوں کو گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔

آپ اپنے وقت میں علم نحو کے امام تھے۔ فن مناظرہ میں ملکہ تام تھا۔ جب کبھی کسی وہابی سے مناظرہ ہوتا تو حسن تدبر سے مسائل صرف ونحو میں لا کر شکست سے دوچار کر دیتے۔

فن طب میں بھی خاص درک رکھتے تھے۔

❖ ادب واحترام مرشد

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمتہ بیان فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد حضرت مولانا حکیم سید سخاوت حسین صاحب قدس سرہ العزیز کو قدوۃ الاولیاء' زبدۃ الاصفیاء حضرت حافظ سید محمد علی شاہ صاحب خیر آبادی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ اور انہیں سے خلافت بھی حاصل تھی مگر آپ کے سجادہ نشین رہنمائے کاملین' سردار عارفین صاحب حافظ سید محمد اسلم شاہ صاحب خیر آبادی چوں کہ حیات تھے۔

اس لئے احتراماً کبھی کسی کو مرید نہ فرماتے جب کبھی کوئی صاحب آپ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوتا تو آپ موصوف کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرماتے۔

حضرت سید سخاوت حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لازماً ایک بھینس رکھتے جس کا گھی اپنے پیرومرشد کے سالانہ عرس شریف کے لئے تھوڑا تھوڑا کر کے جمع فرماتے رہتے۔ یہاں تک کہ ایک کنستر بھر جاتا۔ اس زمانے میں ریلوے لائن سیتا پور تک ہی تھی۔ وہاں سے خیر آباد شریف پیدل یا تانگے پر سفر کرنا پڑتا۔ آپ کا معمول تھا کہ گھی کا بھرا ہوا کنستر سر پر رکھتے اور سیتا پور سے خیر آباد شریف تک پیدل مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور جب تک وہاں قیام رہتا کبھی جوتا نہ پہنتے۔ ننگے سر اور برہنہ پاؤں رہتے اور کبھی مرشد گرامی کے حجام سے خط بنوانے کا اتفاق ہوتا تو اسے چارپائی پر سرہانے کی طرف بٹھاتے اور خود پائینتی کی طرف بیٹھتے۔

حضرت صدر العلماء فرماتے ہیں میرے جد امجد کو اولیائے کرام کے مزارات پر حاضری کا عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ جب بھی کسی بزرگ کے آستانہ عالیہ پر حاضری کا ارادہ ہوتا تو پیدل سفر اختیار کرتے۔ چنانچہ جس زمانے میں دارالخیر اجمیر شریف تک ریل نہیں جاتی تھی۔ آپ پیدل ہی حاضری دیا کرتے۔ شاگردوں کی ایک جماعت ہمراہ ہوتی۔ سلسلہ تدریس دوران سفر جاری رہتا گویا کہ چلتا پھرتا دارالعلوم تھا۔ آپ کے ان خوش بخت تلامذہ میں آپ کے حقیقی خالہ زاد بھائی فخر العلماء' سند الفضلاء واقف اسرار حقیقت' دانائے رموز طریقت حافظ القرآن و الحدیث جد امجد حضرت مولانا شاہ عبدالصمد صاحب چشتی پھپھوندوی قدس سرہ القوی بھی تھے۔ انہوں نے حالات سفر بیان کرتے ہوئے فرمایا جب ہم ریاست کشن گڑھ کے علاقے میں پہنچے تو استاذ معظم کو ٹھوکر لگی جس سے ایک پاؤں کا انگوٹھا پھٹ گیا اور آپ عالم کیف مستی میں آ کر رقص فرمانے لگے اور زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

آرزو یہ تھی کہ تیری راہ میں
ٹھوکریں کھاتا ہوا یہ سر چلے

حکماء و اصفیاء میں ایک مسئلہ مختلف فیہ ہے وہ یہ کہ زخم ہونے سے راحت حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔ حکماء نفی کرتے ہیں جب کہ اصفیاء نے اثبات فرمایا ہے استاذ معظم پر کیف طاری ہونے سے صوفیائے کرام کے اس ارشاد کا مشاہدہ ہو گیا کہ زخم لگنے سے راحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ عالم کیف و مستی میں رقص اسی وقت ہوتا ہے جب فرط سرور اور از دیار راحت سے قلوب مملو ہو جاتے ہیں۔

❖ بر سبیل تذکرہ

یہاں ایسا ہی ایک واقعہ صاحبان طریقت کی نذر کر رہا ہوں میرے پیر و مرشد شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ خواجہ محمد قمر الدین صاحب چشتی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سیال شریف' زہد الانبیاء' امام الاولیاء فرید الملۃ والدین خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انور پاکپتن شریف حاضری کے لئے جا رہے تھے کہ اچانک پاؤں کو چوٹ لگی اور پاؤں کے ایک انگوٹھے کا ناخن ابھر گیا۔ کٹا نہیں تھا جب چلتے تو کپڑے سے چھو جاتا کسی مرید صادق نے دیکھا تو محسوس کیا اس طرح تو آپ کو تکلیف ہو رہی ہے لہٰذا وہ قینچی لے آیا اور عرض کیا! حضور! ذرا پاؤں بڑھائیے' میں یہ ناخن کاٹ دیتا ہوں! آپ نے فرمایا! عزیزم! سنیے! جب ہم اولیاء کرام کی بارگاہوں میں حاضری دیتے ہیں تو احرام کی نیت سے شرسار ہوتے اور احرام کی حالت میں بال تک کاٹنا جائز نہیں تو حرمِ اولیاء کی حدود میں ناخن کیسے کاٹ سکتا ہوں!

ان کی عظمت کو اللہ سے پوچھئے
فیصلہ یہ ہمارا' تمہارا نہیں (نسیم بستوی مدظلہ)

حضرت امام النحو علیہ الرحمۃ رقم فرماتے ہیں حضرت مولانا شاہ عبد الصمد صاحب

چشتی و پھپھوندوی قدس سرہ القوی کا تاریخی نام فضل الرحمٰن تھا جو سن ولادت ۱۲۴۰ھ سے نکلتا ہے اور ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ میں بمقام خیر آباد شریف اس طرح وصال ہوا کہ بروقت قل شریف فرمایا۔ میری چارپائی درگاہ شریف میں لے جا کر خواجہ شریف میں بچھا دو اور بموجب ارشاد امیر خسرو علیہ الرحمۃ ؎

ہر قوم راست ملت ہر ملتے پناہے
من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

وہاں پہنچ کر مزار شریف کی طرف رخ کر کے لیٹے اور ادھر قل ختم ہوا اور ادھر آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے واصل بحق ہو گئے اور یہ تمنا پوری ہو گئی ؎

آرزو یہ ہے کہ دم نکلے تیرے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

درگاہ شریف کے برابر باغ میں مدفون ہیں۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

❖ میٹھے خربوزے پھیکے اور پھر میٹھے ہو گئے؟

حضرت صدر العلماء فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو بھی یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ اشیاء کے سر کو سلب فرمالیں اور سلب کردہ سر کو واپس کرالیں چنانچہ اس سلسلہ میں آپ رقم فرماتے ہیں میرے حقیقی جد امجد حضرت مولانا سید سخاوت حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی خالہ زاد بھائی سید المفسرین' سند المحدثین حافظ کلام باری و صحیح البخاری حضرت الحاج مولانا شاہ سید عبد الصمد صاحب مودودی چشتی نظامی فخری سلیمانی قدس سرہ النورانی کا ایک واقعہ اسی قبیل سے ہے کہ آپ نے سلب کردہ سر کو اپنی خداداد قدرت سے واپس کر لیا تھا جس کو سفر و حضر میں ہمراہ رہنے والے آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب محمود آبادی علیہ رحمۃ الباری نے بایں طور بیان کیا کہ.....

حضرت کوٹھی عثمان پور تشریف لے جا رہے تھے لکھنو سے دو ٹوکرے خربوزے

چکھ (ٹیسٹ یا چیک) کر لئے جو بڑے شیریں تھے تا کہ مناسب وقت پر خود کھائیں اور رفقائے سفر کو کھلائیں گے۔ ٹرین بارہ بنکی رات کو پہنچی' جہاں سے کوٹھی عثمان پورہ جانا تھا۔ اسٹیشن کے باہر ایک ''شہید صاحب'' کا مزار ہے۔ جس پر ایک وسیع چبوترہ بنا ہوا ہے عموماً اسی پر مسافر آرام کیا کرتے ہیں۔ حضرت سامان وہیں رکھوایا اور طہارت خانے میں چلے گئے۔

مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب مذکور پر مذاق انسان تھے۔ انہوں نے خربوزوں کے دونوں ٹوکرے ''مزار شہید'' کے قریب کر کے کہا ''حضرت یہ آپ کی نذر ہیں'' آپ نے بعد از فراغت وضو کیا نماز ادا فرمائی اور کھانا طلب فرمایا جو توشہ دان میں ساتھ تھا۔ کھانا کھانے کے بعد خربوزے طلب فرمائے جو خربوزہ کاٹا جاتا پھیکا نکلتا حتیٰ کہ وہ خربوزے بھی پھیکے ہو چکے تھے جو چکھ کر لئے تھے۔ وہ بھی پھیکے پڑ چکے تھے آپ نے تعجباً دریافت فرمایا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ حافظ صاحب مذکور نے بلا تکلف کہا کہ یہ حرکت تو مجھ سے سرزد ہوئی ہے میں نے حضرت شہید صاحب سے کہا تھا کہ یہ تمہاری نذر ہیں۔

آپ فوراً کھڑے ہوئے فاتحہ پڑھی پھر اس ''شہید صاحب'' سے بآواز بلند مخاطب ہوئے کہ حضرت یہ نذر کرنے والا خربوزوں کا مالک نہیں تھا۔ ان کا مالک میں ہوں میں نے تو نذر کئے ہی نہیں۔ پھر فرمایا اب کھا کر دیکھیں۔ چنانچہ پھر جو خربوزہ کھایا گیا شیریں نکلا جو پھیکے ہو گئے تھے میٹھے ہو چکے تھے۔

❖ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خربوزے کو ہاتھ لگایا؟

حضرت امام النحو رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جد امجد علیہ الرحمتہ کے خربوزوں پر تصرف کا جو واقعہ بیان فرمایا اسی کے پیش نظر درج ذیل حکایت بھی ملاحظہ فرمائے کہ اولیائے کرام کے مبارک ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے کتنی تاثیر اور برکت رکھی ہے۔

حضرت ابو علی رودباری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ بغداد میں ایک

جماعت نے کسی ساتھی کو خربوزے خریدنے کے لئے بازار بھیجا جب کہ وہ جماعت مبتلائے معصیت تھی۔ اس شخص نے خربوزے فروخت کرنے والے سے ایک خربوزہ خریدنا چاہا تو وہ بولا۔ اسے حضرت بشر حافی علیہ الرحمتہ نے ہاتھ لگایا ہے۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے اس کی قیمت بڑھا دی۔ تو میں نے اسے بیس درہم میں خرید لیا۔ جب واپس آیا اور ہم نے اس خربوزے کو کھایا تو سب کے دل روشن ہو گئے اور گناہوں سے توبہ کر لی۔

❖ شجر و حجر میں محبت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسی سے ملتی جلتی ایک اور حکایت ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک بار حضرت بلال اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ میرا بازار جانا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خربوزے خرید فرمائے۔ جب ہم اپنی جگہ آئے اور ایک خربوزے کو کاٹا تو وہ کڑوا نکلا۔ آپ نے فرمایا! بلال! اسے واپس کر آؤ! اور ساتھ ہی کہنے لگے کیا تمہیں اس بات سے آگاہ نہ کروں؟ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی کہ اے ابو الحسن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ نے بشر' شجر' حجر پر تمہاری محبت پیش کی۔ جس نے اسے پسند کیا وہ طیب و شرین اور طاہر ہوا اور جس نے تمہاری محبت سے اعراض کیا وہ تلخ' کڑوا' اور ناپسندیدہ ہوا' میرا گمان ہے یہ خربوزہ میرے ساتھ محبت کرنے والوں میں شامل نہیں ہے۔

(زینت المحافل ترجمہ نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۶۱۲-۶۱۳)

(از تابش قصوری)

❖ تعلیم و تربیت

حضرت صدر العلماء علامہ سید غلام جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب سن شعور میں قدم رکھا تو خاندانی و اسلامی معمول کے مطابق تسمیہ خوانی کی رسم ادا کی گئی۔

آغاز سے ہی آپ بڑے ذہین و فطین، ہونہار اور ہوشیار تھے۔ بقول سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بالائے سرش زہو شمندی
می تافت ستارۂ بلندی

بہت جلد آپ نے قرآن کریم ناظرہ مکمل کرلیا۔ پھر سکول میں داخل ہوئے اور چوتھی کلاس تک جب پڑھ چکے تو آپ کے عم محترم حضرت مولانا الحاج سید غلام قطب الدین صاحب برہمچاری رحمہ الباری نے اپنے ساتھ لیا اور مدرسہ انجمن اہل سنت مراد آباد میں داخل کرا دیا۔ جسے آج عالم اسلام میں جامعہ نعیمیہ کے نام سے شہرت دوام حاصل ہے۔ آپ اپنی خودنوشت داستان حیات رقم کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ یہاں پر آمد نامہ سے تعلیم کا آغاز ہوا اور چند سال میں کافیہ تک رسائی ہوئی جس کے متعلق طلباء میں مشہور ہے۔

کافیہ کافیست باقی درد سر
جو نہ سمجھے اس کو وہ ہے بوم و خر

اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہوا کہ طبیعت میں شوق تحصیل پیدا کر دیا گیا۔ کبھی کبھی قسر قاسر کی ضرورت پیش نہ آئی۔ یعنی کبھی کاہلی و سستی سے کام نہ لیا یہ شوق تحصیل کا ہی اثر تھا کہ دن کا یاد کردہ سبق رات سوتے میں بھی جاری ہو جاتا۔

❖ بجائے آیت کریمہ، پنج گنج کا ختم شریف؟

چنانچہ آپ بیان فرماتے ہیں ایک مرتبہ محلہ کسرول میں جناب منشی علی حسن صاحب مرحوم پنشنر انسپکٹر پولیس ریاست رامپور کے مکان پر بعد نماز عشاء مدرسے کے طلباء کے ساتھ آیت کریمہ کے ختم شریف میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی اور بجائے آیت کریمہ، دن کا یہ سبق زبان پر بآواز بلند جاری ہو گیا کہ ''قال اصل میں قول تھا واؤ متحرک ماقبل اس کا مفتوح واؤ کو الف سے بدلا قال

ہو گیا پہلو میں دائیں بائیں بیٹھے طلبہ مسکرا رہے تھے۔ اتنے میں انسپکٹر صاحب ٹہلتے ٹہلتے آئے۔ سن کر ٹھہرے اور متعجب ہو کر بیدار کیا کہ آیت کریمہ کی بجائے پنج گنج کا ختم ہو رہا ہے؟ پھر آپ آج کل کے سست و کاہل طلباء کی حالت پر یوں تبصرہ فرماتے ہوئے اپنی کیفیت پر شکر ادا کرتے نظر آتے ہیں۔

موجودہ دور میں حالات طلبہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دنیائے تحصیل کی کایا پلٹ گئی۔ مولا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز پر بیکراں فضل فرما دیا تھا بلکہ حق یہ ہے کہ شکر ادا ہو ہی نہیں سکتا۔

من شکر چوں کنم کہ ہمہ نعمت تو ام
نعمت چہ گو نہ شکر کند بر زبان خویش

آپ اپنے علمی ذوق اور حصول علم کی کیفیت انتہائی والہانہ انداز میں تحریر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

فقیر روزانہ بعد نماز صبح حفاظ کی طرح کافیہ کا دور کیا کرتا تھا۔ ماہ رمضان المبارک کی تعطیلات میں مکان پہنچ کر باقی ماندہ کافیہ کی اس طرح تکمیل کی کہ دوپہر تک شرح جامی سامنے رکھ کر کافیہ کی عبارت کا ایک حصہ حل کر کے بعد نماز ظہر اس کو زبانی یاد کر لیتا اور بعد نماز فجر کافیہ لے کر دور کے لئے میل بھر مسافت تک جانا معمول میں داخل تھا۔

❖ صرف ونحو میں یگانہ روزگار.....؟

''چنانچہ'' ایک مرتبہ واپسی پر ایک سن رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جو نواب ابوبکر خان صاحب مرحوم کے یہاں رخصت ہو کر تشریف لا رہے تھے میں نے سلام کیا بعد جواب سلام ہاتھ میں کتاب دیکھ کر فرمایا، یہ کیا کتاب ہے؟ میں نے عرض کیا ''کافیہ'' فرمایا اسے کیوں لئے ہوئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ زبانی یاد کرتا ہوں اس پر قدرے متعجب ہو کر استفسار کیا کس کے لڑکے ہو، والد صاحب کا نام بتانے پر فرمایا اچھا

ٹھیک ہے۔ تمہارے دادا مولوی سخاوت حسین صاحب صرف ونحو میں یگانۂ روزگار تھے۔ یہ انہیں کا اثر ہے پھر کچھ دعائیہ کلمات فرما کر تشریف لے گئے بفضلہٖ تعالیٰ اس ماہ رمضان المبارک میں فقیر پورے کافیہ کا حافظ ہو گیا۔

❖ حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ

امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی اشرفی قدس سرہ کو حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ آپ جس انداز میں اپنے استاذ گرامی کا ذکر خیر کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

آپ فرماتے ہیں مجھے ''امام المفسرین' رئیس المناظرین استاذ العلماء حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے گلستان' قدوری' قال اقول' کے ابتدائی حصص آپ سے پڑھے۔ تلاش وجستجو کا مادہ آپ ہی کی خدمت میں پیدا ہوا۔ دوپہر کو بعد طعام جب قیلولہ فرماتے تو پائے مبارک دبانے کی خدمت میرے سپرد تھی۔ اس وقت کسی پڑھے ہوئے مسئلہ پر اعتراض کر کے فرماتے کہ جواب سوچو' اور تلاش کر کے لاؤ۔

جواب تک فہم کی رسائی نہ ہوتی تو کتب متعلقہ کی چھان بین کرتا۔ کبھی جواب نہ ملتا تو اتا' پتا بتا کر اشارہ فرماتے اس پر اگر ذہن کی رسائی ہو گئی تو فبہا ورنہ خود جواب فرما دیا کرتے تھے اس طرح مشکلات کی استخراج کی استعداد پیدا ہو گئی اور عربی انشاء کی تمرین بھی آپ ہی سے کرائی تھی۔

❖ اور..... بھاگ کھڑا ہو

حضرت امام النحو فرماتے ہیں ایک مرتبہ ممبئی کے سفر میں بحیثیت خادم حضرت کے ہمرکاب تھا۔ اور آپ کے دیرینہ مخلص دوست حافظ امیر حسین صاحب مراد آبادی مرحوم آپ کی مرافقت میں تھے سیٹھ ابراہیم مرحوم کے یہاں قیام کیا گیا جو لکڑی کا

کاروبار کرتے تھے۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ ایک دن کتابیں خریدنے کے ارادے سے کسی کتب فروش کی دکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر پان طلب فرمایا میں نے ڈبیہ جیب سے نکال کر پیش کی اور بٹوے (پرس) کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ ندارد' راستے میں کسی نے نکال لیا یا کہیں گر گیا' میری بے احتیاطی پر جلالی کیفیت میں فرمایا جاؤ چلے جاؤ۔

یہ سن کر شیطانی غیرت پیدا ہوئی اور میں چل دیا چلتے چلتے اسٹیشن سامنے آ گیا۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا۔ بھوک لگ رہی تھی ایک خوانچہ فروش نظر آیا۔ اس سے ایک ''آنے'' کے ابلے ہوئے چنے خرید کر زہر مار کئے پھر خراماں خراماں ایک مسجد میں پہنچ گیا۔ جہاں کتب خانہ بھی تھا۔ میں نے وضو کیا اور کتب خانہ داخل ہو گیا محافظ (لائبریرین) صاحب سے فہرست کتب طلب کی انہوں نے فرمایا کس فن کی کتاب دیکھنا چاہتے ہو۔ چونکہ علم نحو کی جانب طبعی رغبت تھی اس لئے خواہش ظاہر کی کہ علم نحو کی کتابیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فہرست کھول کر سامنے رکھ دی اس میں فوائد ضائیہ کا ایک حاشیہ نظر سے گزرا۔ طلب کرنے پر محافظ نے نکال کر دیا۔

مطالعہ کیا تو اس میں مشہور اعتراض اور اس کا جواب دونوں تھے مشہور اعتراض یہ کہ ''الکلمۃ'' لفظ وضع لمعنی مفرد میں ''الکلمۃ'' کو مبتداء قرار دینا درست نہیں اس لئے کہ ''الکلمہ'' الف' لام حرف تعریف اور کلمہ اسم سے مرکب ہے' ان میں اول غیر مستقل ہے اور ثانی مستقل' مستقل اور غیر مستقل سے مرکب غیر مستقل ہوتا ہے اور غیر مستقل محکوم علیہ نہیں ہوتا تو مبتداء بھی نہ ہو گا؟ کیونکہ ہر مبتداء محکوم علیہ ہوتا ہے لہٰذا ''الکلمہ'' کو مبتداء قرار دینا درست نہ ہوا۔

☆ جواب: یہ مذکور تھا کہ حرف تعریف عارض اور کلمہ معروض ہے اور مجموعہ مبتداء نہیں حتیٰ کہ اعتراض لازم آئے۔ بلکہ مبتدا صرف معروض ہے۔

ادھر استاذ معظم حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمتہ میری وجہ سے پریشان' بازار ہی میں تشریف فرما تھے۔ قیام گاہ پر مراجعت نہ فرمائی تھی اور حافظ صاحب مرحوم تلاش میں مصروف' تقریباً دو گھنٹے مطالعہ کرنے کے بعد نماز ظہر ادا کر کے بغرض سیر بازار کی طرف رخ کیا حافظ مرحوم نے کہیں سے دیکھ لیا بآواز بلند ''جیلانی' جیلانی'' کہتے ہوئے دوڑ پڑے۔

مرحوم طویل قد' دراز ریش' اور بھاری بھرکم انسان تھے ان کے دوڑنے کا منظر عجیب جاذب نظر تھا۔ دوکاندار اور راہگیر محو تماشا ہو گئے۔ آواز سننے پر میں نے پلٹ کر دیکھا کہ بے تحاشا دوڑے چلے آ رہے ہیں قریب آ کر کچھ دیر دم لیا پھر فرمایا۔

حضرت مولانا تمہاری وجہ سے پریشان ہیں اب تک کھانا بھی نہیں کھایا بازار ہی میں موجود ہیں۔ انہوں نے تو غصہ میں فرما دیا تھا تم سچ مچ چلے آئے چلو اور ملاطفت کے ساتھ فہمائش کرتے اپنے ساتھ لے گئے۔

❖ مراد آباد سے اجمیر شریف تک.....؟

حضرت صدر العلماء علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ۱۹۲۳ء آگرہ میں فتنہ ارتداد کا طوفان برپا ہوا جس کی روک تھام کے لئے بریلی شریف سے جماعت رضائے مصطفیٰ پہنچی اور رکاب گنج میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔ جس کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ قاضی احسان الحق صاحب نعیمی تھے۔ مراد آباد سے استاذ العلماء قدس سرہ بھی گاہے بگاہے تشریف لے جاتے۔ آپ کی ہمرکابی میں استاذ محرم حضرت مولانا عبدالعزیز خان صاحب فتح پوری اور حضرت مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی (رحمہ اللہ تعالیٰ) بھی ہوتے۔ پندرہ پندرہ دن بلکہ اس سے زیادہ دنوں تک اسباق کا ناغہ ہو جاتا۔ اور جب ہم سے اسباق کا ناغہ برداشت نہ ہو سکا تو جناب حافظ ضمیر حسین صاحب مرادآبادی کے ایماء پر ماہ رمضان المبارک کے بعد سات طلباء کا قافلہ موصوف کی امارت میں دارالخیر اجمیر شریف کی طرف روانہ ہوا۔ جوان حضرات پر

مشتمل تھا۔ قاضی شمس الدین صاحب جونپوری عم محترم کے صاحبزادے مولوی زین العابدین صاحب مرحوم' قاری اسد الحق' حافظ عبدالعزیز صاحب اور ایک ان کا شاگرد ناظرہ خوان جس کا نام غالباً اسماعیل تھا۔

ہمارا یہ قافلہ دہلی پہنچا ایک رات جامعہ نعمانیہ میں استاذ معظم حضرت مولانا وصی احمد سہسرامی صدر المدرسین (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے یہاں مہمان ہوا۔ دوسرے روز صبح آٹھ بجے پسنجر ٹرین سے روانگی ہوئی۔ رواڑی اسٹیشن پر بوجہ قلت زاد راہ' بھنے ہوئے چنے دو آنے کے خرید کئے جو اپنی عمر پوری کر چکے تھے زیادہ تر ان میں ناشگفتہ دانے یعنی (روڑ) تھے۔ مگر بھوک کی شدت کے باعث بریانی سے زیادہ مزے دار محسوس ہوئے دوپہر اور رات کو انہیں پر قناعت کی گئی۔

دوسرے دن تقریباً دس بجے اجمیر شریف اسٹیشن پر اتر کر جامعہ معینیہ عثمانیہ محلہ پیر مٹھا کے دارالاقامت پہنچے اور حضرت شاہ جی کے حجرے میں سامان رکھا گیا۔ مراد آباد میں ان سے کافی راہ و رسم پیدا ہو چکے تھے اور موصوف ہم سے بہت پہلے آ گئے تھے۔ بھوک کی شدت بے تاب کر رہی تھی دروازہ حجرہ کی بالائی منزل میں سوکھے ٹکڑوں سے بھری ایک ٹوکری پر نظر پڑی فوراً بلا اجازت اتار کر سبھی کھانے لگے اور آن کی آن میں چٹ کر دیا۔

اے سیر ترا نانِ جویں خوش نماید
معشوق من است آنکہ نزدیک تو زشت است

پھر قواعد و ضوابط کے مطابق درخواست پیش کی گئی تو امتحان داخلہ کے بعد ''مشہور اصول'' اول طعام بعدہ کلام کے برعکس درجہ شرح جامی کی کتابیں تو پہلے دی گئیں اور انتظام خوراک کے لئے کہہ دیا گیا کہ مجلس شوریٰ کی نشست کا انتظام کیجئے۔

ایک بنگالی طالب علم سے دس روپے بطور قرض حسنہ لئے اور معمول یہ رہا کہ صبح و شام مدرسہ جاتے وقت آٹا بھیارے کو دے جاتے اور واپسی پر روٹیاں لے کر

دارالاقامۃ میں ایک پتھر کی سیل پر خالص نمک مرچ کی چٹنی بنائی جاتی اور پھر اس کے گرداگرد بیٹھ کر بڑے مزے سے ان روٹیوں کو چٹ کر جاتے ایک ماہ تک یہ سسٹم پابندی کے ساتھ چلتا رہا۔

مگر ہمارے امیر قافلہ مولانا حافظ ضمیر حسین صاحب مراد آبادی کی قوت برداشت جواب دے گئی اور اپنے قافلے کو سپرد خدا کرتے ہوئے چل دیئے اور پھر تجارت کو اپنا پیشہ بنالیا دو ماہ بعد مجلس شوریٰ نے کھانے کے لئے ایک روپیہ ماہوار (فی کس) وظیفہ منظور کیا تو خدا خدا کرکے اس دو وقتہ ''سل چٹنی'' کے حلقہ سے چھٹکارا نصیب ہوا۔

شرح جامی استاذ معظم حضرت مولانا امتیاز احمد صاحب انبیٹھوی مرحوم کے پاس تھی۔ ششماہی امتحان استاذ المعظم شیخ الادب حضرت مولانا حافظ سید حامد حسین صاحب اجمیری مرحوم نے اس کے مشہور مقام حاصل محصول میں لیا۔ اس مقام کی تقریر سن کر بہت خوش ہوئے اور انعام میں ایک مجلد مجموعہ عطا فرمایا جس میں ''حاشیہ الشیخ الحنفی شرح ایساغوجی شیخ الاسلام قدس اللہ روحھما اور حاشیہ الشیخ الصبان علی ملوی السلم اسکنہ اللہ فسیح جنتہ۔

حضرت امام النحو علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہ فخر صرف اس فقیر کو حاصل ہوا۔ ورنہ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ اپنی کتاب کسی کو بطور عاریت نہ دیتے تھے اگر کوئی طالب علم طلب کرتا تو یہ شعر پڑھ دیا کرتے ۔

فمحبوبی من الدنیا کتاب

وھل ابصرت محبوبا بعارٍ

دنیا میں مجھے کتاب محبوب ہے اور محبوب عاریتاً نہیں دیا جاتا ہے۔ نفحۃ الیمن' سبع معلقات' متنبی' دیوان حماسہ وغیرہ کتب ادب آپ ہی سے پڑھی تھیں اور ایک غیر درسی کتاب قطر الندی لعلامۃ ابن ہشام بھی صرف فقیر کو پڑھائی۔

❖ حافظ ملت علیہ الرحمتہ کا خراج محبت

اجمیر شریف: ہندوستان کا مشہور اور مرکزی شہر ہے اہل کمال کا مرجع ہے ''دارالعلوم معینیہ عثمانیہ'' اندرون درگاہ معلی محفل خانہ میں تھا' درس میں بڑے بڑے علماء ومشائخ آپ کے ہاں تشریف لاتے۔ اسباق سنتے اور بہت خوش ہوتے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمتہ کے تبحر علمی پر دار دیتے تھے آپ کے تلامذہ حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب شارح بخاری شریف و حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب (محدث اعظم پاکستان) جیسے آفتاب علم وفضل آپ کے تبحر علمی پر روشن دلیل ہیں کیونکہ درخت اپنے پھل سے اور استاذ اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے آپ کی وسعت درس کا یہ عالم تھا کہ زمانہ طالب علمی سے ہی پڑھانا شروع کیا اور آخر عمر تک پڑھاتے رہے۔

تبرکات حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

(شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ یونیورسٹی مبارک پور)

(از صدر الشریعۃ نمبر ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر ونومبر ۱۹۹۵ء) (ص ۱۲)

❖ دور آخر کا امام النحو

مولانا علامہ محمد حنیف صاحب رضوی مدظلہ کا خراج عقیدت:

چودھویں صدی کے علماء نحو میں صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی متوفی ۱۳۹۸ھ کو خصوصی اہمیت وعظمت حاصل ہے۔ علم نحو میں آپ ایسی کامل بصیرت اور عظیم تبحر کے حامل تھے جس کی مثال ہندوستانی علماء میں بہت کم نظر آتی ہے۔ بجاطور پر آپ کو دور آخر کا امام النحو کہا جا سکتا ہے۔ (الغاز النحویۃ یعنی فقہی پہیلیاں مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی) (ص ۷۵)

❖ اجمیر شریف سے بریلی شریف آمد.....؟

اپنے رفقاء کے ہمراہ امام النحو ۱۹۲۳ء میں اجمیر شریف پہنچے جن کا مجمل سا ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اس سلسلہ میں آپ مزید رقم فرماتے ہیں کہ عموماً اساتذہ کی عادت ہے کہ اگر اثنائے درس میں کوئی طالب علم سوال کرے اور اس کا جواب ذہن میں نہ آئے تو زور بیاں سے مرعوب کر کے ساکت کر دیتے ہیں مگر ایسے مواقع پر استاذ المکرم حضرت مولانا حافظ سید حامد حسین صاحب اجمیری مرحوم کی عادت تھی کہ دوسرے دن پر محمول فرما دیتے اور پھر دوسرے دن سوال کا تشفی بخش جواب بڑی تفصیل سے ارشاد فرما دیا کرتے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس طریقہ پر عمل پیرا ہونے سے طلباء کی نگاہ میں عزت کر کری ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ خیال غلط ہے عزت و ذلت تو اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں جس کی شان ہے وتعز من تشاء وتزل من تشاء اس سے بڑھ کر ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔

پریڈ خالی ہونے کی وجہ سے معین المدرسین حضرت مولانا غلام علی صاحب معینی مرحوم کے پاس بیٹھا تھا اور آپ خدام کے صاحبزادگان کو شرح جامی میں افعال ناقصہ کی بحث پڑھا رہے تھے پڑھاتے پڑھاتے رکے اور فرمایا ''جیلانی کو بلاؤ طلبی پر حاضر ہوئے فرمایا اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟ میں سن کر پانی پانی ہو گیا اور عرض کی حضور آپ کے سامنے کیا عرض کر سکتا ہوں ذرا کرخت لہجے میں فرمایا بتاؤ! چونکہ اساتذہ میں ان کا رعب غالب تھا اور سارے طلباء آپ سے خائف رہتے تھے اس لئے چار و ناچار کتاب لے کر دیکھی اور عرض کیا۔

سن کر تحسین کی اور فرمایا جاؤ! ناظرین یہ نہ سمجھیں میں اپنی فضیلت بیان کر رہا ہوں ''عیاذ اللہ باللہ ثم عیاذ اللہ'' میں تو ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں۔ بتانا یہ ہے کہ وہ ذات قدسی صفات سراپا ہدایت تھی کسی وقت بھی شائبہ نفس دامن گیر نہ ہوتا' ادبی قابلیت کا یہ عالم کہ حماسہ' اور حریری وغیرہ کتب ادب کے لغات نوک زبان رہتے

دریافت کرنے پر مع حوالہ بیان فرماتے۔ متنبی نے اس لفظ کو فلاں قافیہ میں بایں معنی استعمال کیا ہے اور حریری نے اس لفظ کے فلاں مقالے میں یہ معنی مراد لئے ہیں۔

خالی وقت میں ستون سے ٹیک لگا کر قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے مرض الموت میں عیادت کے لئے حاضر ہوتا تو قصیدہ بردہ شریف کا کوئی شعر پڑھ کر فرماتے اس کا مطلب کیا ہے؟ عرض کرنے پر فرماتے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے چند معانی بیان فرماتے جو نہایت پر لطف اور ایمان افروز ہوتے وصال ہونے پر بفضلہٖ تعالیٰ خدمت غسل کا شرف اس فقیر (جیلانی) کو بھی حاصل ہوا۔ نور اللہ مرقدہٗ

❖ تمغائے امتیاز.....؟

حضرت امام النحو علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں اجمیر شریف میں پہلے سال سالانہ امتحان پر درجہ اوسط میں کامیابی حاصل ہوئی۔ پھر مسلسل آٹھ سال اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوتا رہا ہر سال دارالعلوم کی طرف سے انعام میں کتابیں ملتی تھیں۔ دارالعلوم کے سالانہ امتحان تحریری ہوتا۔ جس سال ملا حسن کا امتحان تھا۔ تو ممتحن صاحب نے تحریری جوابات پر اتنی تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپیہ ماہانہ انعامی وظیفہ جاری کر دیا۔ (آج کل کے چار ہزار روپے) جو شرکائے درس کے درمیان فقیر جیلانی کے لئے تمغائے امتیاز تھا۔

اجمیر شریف میں حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جن دیگر اساطین علوم و فنون سے اکتساب فیض کیا ان کے اسمائے گرامی تبرکاً یہاں درج جاتے ہیں۔

امام الفقہاء حضرت صدر الشریعہ مولانا الحاج حکیم امجد علی صاحب اعظمی صاحب بہار شریعت

رأس المتقین حضرت مولانا حکیم سید عبدالمجید صاحب قدس سرہ

ممتاز المناطقہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب افغانی مرحوم

رئیس العلماء حضرت مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی مرحوم

راس الفلاسہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب افغانی تلمیذ رشید استاذ الاساتذہ حضرت مولانا پر دل صاحب مرحوم

امام النحاۃ حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی

استاذ القراء حضرت قاری غلام نبی صاحب ٹونکی مرحوم

۱۳۵۱ھ میں درگاہ شریف کے متولی اور دارالعلوم کے معتمد کے نا مناسب رویہ سے دل برداشتہ ہو کر حضرت صدر الشریعہ نے استعفا دے دیا اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب قدس سرہ کی درخواست پر چالیس طلباء کو اپنی ہمرکابی میں لئے دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف، تشریف لا کر مسند صدارت پر رونق افروز ہو گئے ایک سال تک آپ کی خدمت اقدس میں رہ کر شرح چغمینی، محقق دوانی کے غیر مطبوعہ حواشی قدیمہ اور جدیدہ کے ساتھ شرح تجرید اور امام رازی علیہ الرحمتہ اور طوسی کی شروح کے ساتھ اشارات کا درس لیا۔ ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمتہ کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمتہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سند فراغت اور دستار فضیلت سے نوازا۔

❖ سعادت بیعت؟

صدر العلماء امام النحو حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بیعت کے سلسلہ میں یوں رقم فرماتے ہیں۔

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ملجا و ماویٰ مابیکساں، مرجع و ملاذ کاملاں اشرف المشائخ سیدنا و مولانا الشاہ سید علی حسین صاحب کچھوچھوی قدس سرہ القوی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی غالباً ۱۹۲۲ء میں شرف بیعت حاصل ہوا۔ اور دارالخیر اجمیر شریف میں بتاریخ ۱۲ ذی الحجہ المبارکہ ۱۳۵۰ھ خلافت

سے نوازا گیا۔

خلافت نامہ کے ساتھ ایک کلاہ، اور ایک متبرک مستعمل جبہ بھی عطا ہوا جس کے متعلق اہل خانہ کو وصیت کر دی گئی کہ میرے کفن میں شامل کریں کیونکہ بزرگان دین کے ملبوسات شامل کفن کرنا مسنون ہے۔ (کما فی الاکان الاربعۃ بحر العلوم الکھنوی قدس سرہ القوی)۔

سلاسل اربعہ مشہورہ کے ساتھ ساتھ سلسلہ منوریہ کی بھی اجازت عطا ہوئی جس میں وسائط اقل قلیل ہیں فقیر (غلام جیلانی) سے حضور محبوب سبحانی حضور غوث اعظم سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی تک صرف پانچ واسطے آتے ہیں۔ ارباب کشف حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمتہ کے بارے فرمایا کہ آپ حسن صوری کے اعتبار سے اپنے جد امجد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شبیہ تھے۔ اور حسن معنوی کے اعتبار سے اولیائے کرام میں محبوبیت کے مرتبہ چہارم پر فائز تھے۔

☆ اول محبوب سبحانی حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ دوم محبوب الٰہی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ سوئم محبوب یزدانی سلطان التارکین حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ چہارم محبوب رحمانی حضرت شاہ علی حسین المعروف اشرفی میاں کچھوچھوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلم حقیقت رقم نے اپنے محققانہ انداز میں آپ کے مذکورہ بالا ہر دو حسن ظاہری و معنوی کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے عرض کیا تھا ۔

اشرفی اے رخت آئینہ حسن خوباں..... نظر کردہ و پروردۂ سہ محبوباں حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمتہ، سید الفقراء امام العرفاء ولایت پناہ حقیقت آگاہ حضرت میاں راج شاہ قدس سرہ کی خدمت میں بھی آپ سوند شریف ضلع گوڑا گاواں حاضر ہوئے

تھے جن کا وصال ۸ ماہ رمضان المبارک ۱۳۰۶ میں ہوا۔ انہوں نے بھی آپ کو خلافت سے نوازا اور ایک دو آنی عطا فرمائی جس کے بعد فتوحات کے دروازے ایسے کھلے کہ کوئی سائل کسی وقت محروم واپس نہ ہوتا تھا۔ حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمتہ کی ماہ فاخر ربیع الاخر ۱۲۲۶ھ پیر کے دن بوقت صبح صادق ولادت با سعادت ظہور میں آئی اور ۱۲ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ بوقت نصف شب اپنے وطن مالوف کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد میں وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ و افاض علینا من برکاتہ○

❖ تدریسی خدمات

حضرت صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی اشرفی قدس سرہ العزیز نے تدریس کے فرائض جن مدارس میں باضابطہ طور پر سرانجام دیئے ان میں خصوصیت سے درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

☆ مدرسہ محمدیہ جائس ضلع رائے بریلی
☆ دارالعلوم عظمت الاسلام کرنال
☆ مدرسہ احسن المدارس کانپور
☆ مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ

تقریباً ہر مدرسہ میں منصب صدارت پر فائز رہے۔ موخر الذکر مدرسہ میں آپ اپنے استاذ معظم استاذ الاساتذہ صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے ۱۹۳۵ء میں صدر المدرسین کے منصب جلیلہ پر متمکن ہوئے اور زندگی کے آخری سانس تک پوری شان وشوکت کے ساتھ مسند تدریس کو عروج وترقی کی بلند ترین منازل سے مزین فرمایا ۱۳۸۹ھ میں زیارت حرمین شریفین کی سعادت عظمیٰ حاصل کی۔ بیالیس سال تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ اندرکوٹ میرٹھ میں علم وفنون کے دریا بہانے والے یہ تبحر فاضل ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ/ ۸ مئی ۱۹۷۳ء پیر کے دن سہ پہر چار بج کر دس منٹ پر اس

دار فانی سے دارالبقاء کی طرف چل دیئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

❖ نشرواشاعت یا عملی زندگی

عالم عموماً تین طرح سے علم کی نشرواشاعت کرسکتا ہے۔ (۱) تدریس (۲) تقریر (۳) تصنیف یعنی مدرس ہو، مقرر ہو یا پھر مصنف ہو۔

❖ درس وتدریس

خدمت علم کا پہلا بڑا شعبہ درس وتدریس، تعلیم وتعلم ہے، تبلیغ دین کی انجام دہی میں اسے اولیت کا شرف حاصل ہے۔ مدرس کی خوبیوں میں بنیادی وصف ''حسن اخلاق'' ہے۔ قابلیت اور محنت کو ثانوی درجہ دیا جاتا ہے۔ مسند درس پر وہی استاذ کامیاب وکامران نظر آئے گا جو اخلاق کریمانہ سے طلباء پر اثر انداز ہو، رعب وجلال اور علمیت کا بھاری بھرتا زیانہ تلامذہ کے دل میں ادب واحترام اور محبت وعظمت کا سکہ نہیں بٹھا سکتا۔ دوران سبق طلباء کرام سے پدری شفقت کا اظہار بھی ہو اور ان کی حرکات وسکنات پر بھی کڑی نظر رہے۔ تاکہ اپنے حقوق کو بروئے کار لاتے ہوئے سرزنش بھی کرسکے کیونکہ علاج کے لئے مرہم کے علاوہ انجکشن یا اپریشن بھی کرنا پڑتا ہے۔ نیز طلباء کی کسی حرکت کو مستقل طور پر اپنے دل میں جگہ نہ دے ورنہ طالب علم کے دل میں نفرت یا بغاوت کے جراثیم نشوونما پانے لگتے ہیں۔

مدرس کی خوبیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ خارجی بحث کو سبق سے ہمیشہ خارج رکھے، اپنے علم وفضل کو تحکمانہ انداز میں ٹھونسنے کی بجائے ان کے دل ودماغ میں بٹھانے کی کوشش کرے۔ نفس کتاب کو ذہن نشین کرانے والے استاذ تلامذہ کے دل موہ لیتے ہیں۔ دیکھا گیا کہ بعض مدرس نئے نئے طلباء پر سختی کی انتہا کردیتے ہیں نتیجۃً

ملکہ رکھتا ہو۔ فن خطابت کے جوہر دکھانے کے ساتھ ساتھ مخالفین کو دلائل سے مرعوب کرنے کی پوری پوری صلاحیت مرصع ہو' یوں کہ میدان مناظرہ کا ایک کامیاب شہسوار نظر آئے مجمع کی قلت کثرت کا بوجھ تک محسوس نہ کرے علماء کرام کے اجتماع میں آداب اکابر کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اظہار خیال کے وقت احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو تو وہ ایک کامیاب مقرر بھی ہے اور اعلیٰ ترین خطیب نیز بے باک قسم کا مناظر بھی۔ گو کسی صاحب قلم نے آپ کے احوال میں فن گویائی و خطابت پر قلم نہیں اٹھایا مگر آپ کے تلامذہ کی فہرست میں جب مقررین و خطباء پر نظر پڑتی ہے تو وہ ایسے ایسے نامور خطیب نظر آتے ہیں جو برصغیر پاک و ہند میں ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر ان کا نام آسمان خطابت پر گونج رہا ہے جن میں دو حضرات کے نام تو ابھی مذکور ہوئے دیگر حضرات نے نام آپ کے تلامذہ کی لسٹ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ ایک مقرر یا خطیب میں ناموری کی جتنی خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ مسند تدریس پر جلوہ افروز استاذ ہی کی مرہون منت ہوتی ہیں ورنہ جو زمانہ تعلیم میں بول نہ سکے اس نے خاک خطیب بننا ہے لہٰذا اس سلسلہ میں آپ کے خطیب و مقرر تلامذہ آپ کی تقریری صلاحیتوں کا مظہر ہیں۔

❖ تصنیف و تالیف

اظہار علم اور خدمت دینیہ کا تیسرا بڑا شعبہ قلم سے متعلق ہے یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو اپنی آفاقی حیثیت اور ہمہ گیری کے باعث بڑا ممتاز ہے۔ قلم کی طاقت زمانے کے ساتھ محدود نہیں۔ پہلے دونوں شعبے زندگی سے وابستہ ہیں۔ انسان زندہ ہے تو میدان خطابت کا شہسوار بھی ہے اور مسند تدریس کی زینت بھی مگر دار فانی سے راہی بقا ہوا' تو محراب و منبر اور مسند تدریس و ارشاد خالی کسی اور کی راہ تکتی ہے۔

لیکن قلم کو زوال نہیں' مرنے کے بعد بھی اس کی زندگی کے شواہد قلم اور قرطاس ہوتے ہیں۔ نہ صرف موجود لوگ قلم کے فیضان سے بہرہ مند ہوتے ہیں بلکہ نسلاً بعد

نسل اس کی قلمی تابانی اپنا اثر دکھاتی اور پھیلاتی رہتی ہے قرآن کریم نے بڑے عمدہ پیرائے میں قلم کی قسم یاد فرمائی اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ (ن والقلم وما یسطرون) اس پر شاہد عدل ہے کسی نے کیا خوب کہا ؎

قلم زبان من است و منم زبان قلم

یہ حقیقت افروز بات اس خوبصورتی سے ادا کی گئی ہے کہ اسے اہل قلم کے دل کی آواز کہا جا سکتا ہے اور پھر اس مترنم لے میں قلم کے ساز ہی عیاں ہیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدات و مکتوبات سے بھی قلم کے تقدس کو بام عروج عطا فرمایا۔

ماضی' حال' مستقبل قلم سے ہی مربوط ہیں' قلم نے ماضی کے افسانے سنائے' قلم نے حال کو بحال رکھا' اور قلم ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس نے مستقبل کی خبریں نوک زبان سے بیان کیں۔ قرآن کریم' کتب سماویہ' کتب احادیث و تفاسیر' تاریخ و سوانح' ادب و فلسفہ طب اور سائنس نیز صرف و نحو اور جملہ علوم و فنون کے جلووں میں قلم ہی کی طاقت کارفرما ہے۔

ہر صاحب علم و ادب قلم کی ان گنت خوبیوں کا معترف ہے اور یہی قلم ہے جسے صدر العلماء' امام النحو حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی مستعدی سے چلایا' دوران تدریس فنی علوم پر شب و روز علمی جواہرات سے قرطاس ابیض کو آراستہ' پیراستہ کیا اور علم نحو کی شہرہ آفاق کتابیں نحو میر' شرح مائۃ عامل اور کافیہ کی ایسی کامیاب شرح لکھیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ اسی طرح شرعی اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل پر نظام شریعت تصنیف فرما کر عوام مسلمین کی ضروریات شرعیہ کو بڑی حد تک خود کفیل بنانے کی طرح ڈالی نیز بشیر القاری کے نام سے بخاری شریف کی عدیم النظیر شرح قلم بند فرمائی جس سے زمانہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

قارئین کی ضیافت طبع کے لئے آپ کی جامع اور نادر تصانیف کے بلا تبصرہ نام درج کئے جاتے ہیں تفصیلی تعارف آپ کی مفصل سوانح حیات میں شامل کر دیا جائے گا۔

اس مقالہ کو درج ذیل کتب و رسائل سے مرتب کیا گیا

☆ بشیر القاری شرح الصحیح البخاری
☆ بشیر الناجیہ شرح الکافیہ
☆ البشیر الکامل شرح شرح مائۃ عامل
☆ البشیر بشرح نحومیر
☆ نظام شریعت
☆ البشیر شرح نحومیر
☆ حیات و خدمات فقیہ اعظم حضور صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ
☆ تذکرہ اکابر اہل سنت حصہ اول (از مفتی شفیق احمد شریفی)
☆ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا صد سالہ منظر اسلام نمبر (بریلی شریف)
☆ ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعۃ نمبر (اکتوبر ۱۹۹۰ء/ جمادی الاخری ۶-۱۴ھ)
☆ نحوی پہیلیاں از مولانا محمد حنیف رضوی بریلوی مدظلہ

اظہارِ تشکر

آخر میں راقم الحروف مبلغ یورپ، حضرت مولانا علامہ مفتی محمد ایوب صاحب اشرفی شمسی دامت برکاتہم خطیب اعظم برطانیہ کا دل کی گہرائیوں کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہے جن کے محبت بھرے کلمات اور پیہم اصرار نے ملت اسلامیہ کے نامور عالم دین اور اہل سنت جماعت کی متبرک اور اکابر ہستیوں کے مسلمہ استاذ و مربی صدر العلماء امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی اشرفی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمہ واسعۃ کے احوال و آثار لکھنے پر آمادہ کیا اور یہ چند صفحات اہل علم و قلم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی انشاء اللہ العزیز عنقریب امام النحو پر ایک جامع کتاب مرتب کی جائے گی جس کے ذریعہ ان کی حیات مبارکہ کے نئے باب سامنے آئیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت مفتی صاحب موصوف کا جامع تعارف شامل ہوگا کیونکہ ؎

یہ قصۂ دراز ابھی نا تمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا آغاز باب تھا

امام النحو کی زیر ترتیب مکمل سوانح حیات پر چند اہم تاریخی عنوان

☆ علوم نحو کے بانی باب مدینۃ العلم امیر المومنین مولائے کائنات حضرت سید علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

☆ علم نحو کے واضح اور پہلے امام: حضرت سیبویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ علم نحو کے واضح ثانی اور امام حضرت کسائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ ائمہ نحو اور علم نحو منزل بہ منزل

☆ دور آخر کے امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تحریرات کی روشنی میں

☆ تبلیغ توحید اور عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

☆ اہل بیت اور صحابہ کرام سے محبت ومودت

☆ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت ومحبت

☆ حضور سیدنا محبوب سبحانی غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت و محبت

☆ اولیاء کرام اور بزرگان دین سے عقیدت ومحبت

☆ گستاخان انبیاء و اولیاء کی بیخ کنی

اسلام وسنیت کی تعمیر وترقی میں آپ کے قلمی کارنامے

☆ آپ کی شہرہ آفاق علمی وتحقیقی تصانیف کا جامع تعارف

☆ دیگر قابل قدر اور لائق التفات عنوانات پر سیر حاصل گفتگو

پیکر علم وفن

صدر العلماء مولانا علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی

رحمہ اللہ تعالیٰ

(صاحبِ البشیر الکامل)

تحریر

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہر شخص کو ایک الگ مزاج عطا فرمایا ہے، اسی طرح ہر ملک اور ہر بستی کو بھی الگ مزاج سے نوازا ہے۔ حرمین شریفین کے بعد دو بستیاں اپنی انفرادی خصوصیات کی بنا پر بڑی انوکھی اور نرالی محسوس ہوئیں۔

۱- قاہرہ ۲- گھوسی

قاہرہ دور جدید کا ترقی یافتہ شہر ہے، اسے اگر فلیٹوں، پلوں، یونیورسٹیوں اور پڑھے لکھے لوگوں کا شہر کہا جائے تو بجا ہے، بیس بیس منزلہ بلڈنگیں مکینوں کو اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں، اترنے چڑھنے کے لئے لفٹ کا انتظام ہے، سڑکوں کا وسیع جال بچھا ہوا ہے، کسی کسی جگہ اوپر نیچے تین تین پل گزر رہے ہیں، کیا مجال ہے کہ دس منٹ کے لئے بھی ٹریفک جام ہو جائے۔

قاہرہ کے ماتھے کا جھومر جامعہ ازہر شریف ہے جس کی عمر ایک ہزار سال ہے، جہاں ہزاروں اکابر علم وفن کے موتی لٹاتے رہے اور دنیا بھر کے لاکھوں افراد اکتساب فیض کرتے رہے اور آج بھی اس گلشن علم وفن سے خوشہ چینی کر رہے ہیں۔ جامعہ ازہر شریف کی وسعت کا اندازہ اس مرسے لگائیں کہ سننے میں آیا ہے کہ جامعہ کا عملہ اسی ہزار سے متجاوز ہے۔ یہی ایک یونیورسٹی کیا کم تھی کہ قاہرہ میں اس کے علاوہ تین دوسری یونیورسٹیاں بھی ہیں، جامعہ عین شمس، جامعہ قاہرہ اور ایک ان کے علاوہ ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کو ہر تیسرا چوتھا آدمی ڈاکٹر (پی- ایچ- ڈی) نظر آئے گا، یہاں کا ہر باشندہ چاہے مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان اخلاق کے ایک ہی سانچے میں ڈھلا ہوا نظر آئے گا۔

قاہرہ کی یہ بھی نمایاں خصوصیت ہے کہ وہاں اہل بیت عظام، صحابہ کرام، ائمہ دین اور علماء و مشائخ کے مزارات بکثرت ہیں، سب سے اہم اور مرکزی مسجد وہ ہے جہاں سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک مدفون ہے۔ اسی مسجد کے تبرکات میں وہ قرآن کریم محفوظ ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھوا کر بھجوایا تھا، ایک مصحف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لکھا ہوا ہے۔

رہا گھوسی تو یہ کوئی شہر نہیں ہے، بلند و بالا اور خوشنما بلڈنگوں والی آبادی بھی نہیں ہے، دیکھنے میں ایک سادہ سا قصبہ ہے، دولت وثروت کی فراوانی بھی دکھائی نہیں دیتی، لیکن اس وقت مجھے تعجب ہوا جب ۱۰ نومبر ۱۹۹۸ء کو راقم الحروف طویل سفر طے کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ، مبارکپور پہنچا تو مولانا علامہ محمد احمد مصباحی اور مولانا مفتی نظام الدین مجھے گھوسی لے گئے، تاثر ایسا ہی تھا کہ گھوسی نہیں دیکھا تو مبارکپور بھی نہیں دیکھا۔ وہاں عشاء کا وقت تھا بجلی غائب تھی، لیکن طلبہ چراغ کی روشنی میں حضرت صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف کے پاس قرآن پاک یاد کر رہے تھے، کچھ دیر بعد بجلی آ گئی، جامعہ امجدیہ کی ایل کی شکل میں دو منزلہ عمارت دعوت نظارہ دے رہی تھی، ایک کمرے میں طلبہ کمپیوٹر پر پریکٹس کر رہے تھے، یہ طلبہ کا شعبہ تھا، پھر طالبات کے شعبے میں لے گئے، اس شعبے کا آغاز حضرت صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اہلیہ محترمہ نے اپنے زیورات بیچ کر کیا تھا، اس وقت اڑتیس کمرے تیار ہو چکے تھے۔

دوبارہ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں مبارکپور جانے کا اتفاق ہوا تو ۲۸- اکتوبر کو قصبہ گھوسی شریف حاضر ہوا حضرت فقیہ اعظم ہند مولانا مفتی شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف پر حاضری دی، یہ مزار خود ان کی تعمیر کردہ مسجد کے مشرقی حصے میں واقع ہے، فاتحہ خوانی کے بعد حضرت کے صاحبزادے ڈاکٹر محبوب الحق مدظلہ اپنے گھر لے گئے

اور پرتکلف چائے پیش کی، پھر گھر کے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو بلا کر ملوایا جیسے میں ان کے گھر کا ایک فرد ہی نہیں بلکہ بزرگ ہوں، ان کے اس انداز نے بہت متاثر کیا۔

ہاں اس دور میں جناب حاجی محمد رفیق برکاتی مدظلہ (کراچی) اور مولانا عبدالستار ہمدانی مدظلہ (پور بندر گجرات، انڈیا) بھی ساتھ تھے، ہم لوگ گھوسی ہی کے دوسرے ادارے شمس العلوم میں گئے، حضرت بحر العلوم مولانا مفتی عبدالمنان مدظلہ، ڈاکٹر محمد عاصم مدظلہ، فاضل نوجوان مولانا آل مصطفیٰ اور مولانا محمد ناصر ناظم مدرسہ نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا اور بتایا کہ اس مدرسہ میں ساڑھے تین سو طلبہ پڑھتے ہیں، طالبات کا ہاسٹل الگ ہے جس میں سات سو طالبات پڑھتی ہیں اور پڑھ کر اپنے اپنے گھر چلی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ گھوسی میں جامعہ خیریہ کا بھی پتا چلا اور یہ جان کر عجیب مسرت ہوئی کہ اس بستی کے ہر گھر میں ایک دو عالم موجود ہیں۔ یہ سب برکت ہے حضرت صدر الشریعۃ، بدر الطریقۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اور یہ بھی ان کی برکت کا ایک کرشمہ ہے کہ ان کے آٹھ نو صاحبزادوں میں سے ہر ایک عالم و فاضل ہے، حضرت محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفیٰ امجدی مدظلہ جامعہ امجدیہ گھوسی کے مہتمم بھی ہیں اور جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے شیخ الحدیث بھی۔

حضرت صدر الشریعۃ مولانا محمد امجد علی اعظمی کی ایک دوسری بڑی کرامت یہ ہے کہ ان کے شاگردوں کی طویل فہرست میں ایک ٹیم ایسی ہے جس کا ہر فرد درِّ شہوار ہے، ہر شاگرد اقلیم علم و معرفت کا تاجدار ہے، اس ٹیم کے چند حضرات کے نام ملاحظہ فرمائیں:

۱- محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری، بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام، فیصل آباد۔

۲- حافظ ملت مولانا حافظ عبدالعزیز محدث مراد آبادی، بانی مجوزہ اسلامی یونیورسٹی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور۔

۳- صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی، صاحب البشیر الکامل، بشیر

القادری وغیرہ۔

۴- مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمان رئیس اعظم اڑیسہ صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت اللہ آباد۔

۵- رئیس المناظرین حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین بہاری

۶- شمس العلماء مولانا قاضی شمس الدین احمد جونپوری۔

۷- فخر الاماثل حضرت مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری

۸- رئیس الاذکیاء حضرت مولانا غلام یزدانی..... رحمھم اللہ تعالیٰ۔

اس سنہری زنجیر کی ایک کڑی حضرت صدر العلماء سید غلام جیلانی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور ان کی تصانیف کے بارے میں چند سطریں قلم بند کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

البشیر الکامل کی وجہ تالیف

سننے میں آیا ہے کہ ایک دیوبندی مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی سے ملاقات کے لئے آیا، اس نے دیکھا کہ آپ کے پاس دیوبندی حاشیہ والی شرح مائۃ عامل رکھی ہوئی ہے، اس نے چوٹ کی کہ واہ صاحب یوں تو دیوبندیوں کی مخالفت کرتے ہیں اور کتابیں وہی پڑھا رہے ہیں جن پر ان کے حواشی ہیں، حضرت نے فرمایا: ایک ماہ بعد تمہیں اس کا جواب دوں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد آپ نے شرح مائۃ عامل پر "البشیر الکامل" کے نام سے حاشیہ لکھا اور اس کے مقدمہ میں علمی انداز میں دیوبندی شارحین کی دھجیاں بکھیر دیں، لطف کی بات یہ ہے کہ ہر بات نحو کی مستند کتب کے حوالے سے کہی ہے، راقم نے نحو کی کئی کتابوں کے نام پہلی دفعہ ان کے مقدمہ میں پڑھے ہیں۔

غالباً ۱۹۷۰ء میں حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی لاہور تشریف لائے۔ اس وقت راقم جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں مدرس تھا، اتفاقاً لاہور آیا تو مکتبہ نبویہ میں حضرت کی زیارت ہوئی، سیادت و نجابت، علم و فضل اور متانت و شائستگی کے پیکر کو

اپنے سامنے پایا تو خوشی کی انتہا نہ رہی' فقیر نے عرض کیا کہ آپ نے البشیر الکامل کے مقدمہ میں مولانا الٰہی بخش فیض آبادی کا بڑے القاب اور دعائیہ کلمات کے ساتھ ذکر کیا ہے' حالانکہ انہوں نے شرح تہذیب کے حاشیہ تحفہ شاہ جہانیہ میں نواب صدیق حسن خان (غیر مقلد) اور ملکۂ بھوپال کو بڑے القاب کے ساتھ یاد کیا ہے' فرمانے لگے: یہ تھے تو سنی' لیکن بصیغہ ملازمت ریاست بھوپال سے وابستہ تھے..... یاد رہے کہ انہی علامہ الٰہی بخش فیض آبادی نے مرقاۃ (منطق) کی فارسی میں شرح لکھی ہے جو نواب صدیق حسن خان کے بیٹے علی حسن کے نام سے چھپی ہے' ان ہی کا ہدایۃ النحو پر فارسی میں حاشیہ ہے' لیکن دیوبندی ناشرین کا ستم دیکھئے کہ ان کا نام بحیثیت محشی کے لکھتے ہی نہیں' حالانکہ راقم نے شمالی ہند کی عظیم درسگاہ الجامعۃ الاشرفیۃ' مبارکپور کی لائبریری میں وہ نسخہ دیکھا ہے جس کے ٹائٹل پر بحیثیت محشی علامہ کا نام لکھا ہوا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

حضرت نے مجھے ہری پور کے پتے پر ایک مکتوب (پوسٹ کارڈ) بھی ارسال کیا تھا' افسوس کہ وہ محفوظ نہیں رہ سکا۔

البشیر الکامل طلبہ اور اساتذہ کے لئے بے حد مفید ہے' ایک صفحے پر عربی عبارت ہے' اس کے حاشیہ پر شرح کی گئی ہے' دوسرے صفحے پر اس عبارت کی تفصیلی ترکیب ہے' مقدمہ میں شرح مائۃ عامل کے دیوبندی شارحین کی فاش غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مقدمہ طلباء تو طلباء اساتذہ کے لئے بھی بے حد بصیرت افروز ہے۔ اساتذہ کو چاہیے کہ وہ پابندی سے طلباء کو اس کا مطالعہ کرائیں۔

نحو میر کی شرح البشیر میں بھی حضرت نے علم و فضل کے دریا بہائے ہیں' راقم نے نحو میر کا حاشیہ لکھتے وقت اس سے خاصا استفادہ کیا۔ بشیر الناجیہ میں کافیہ کا عربی متن جلی حروف میں لکھا ہوا ہے' اس کے نیچے اردو ترجمہ درج ہے' شرح بھی ہے اور نحوی ترکیب بھی' افسوس کہ اسے مکمل نہ کر سکے' مجرورات تک ہی لکھ سکے' تاہم جو کچھ

لکھا وہ اپنی مثال آپ ہے' آخر میں حضرت فخر الاماثل میر سید عبدالواحد بلگرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح کافیہ بزبان فارسی بھی شامل کی گئی ہے' اس شرح کی انفرادیت یہ ہے کہ کافیہ کو تصوف کا متن قرار دے کر اس کی صوفیانہ شرح کی گئی ہے' یہ شرح بحث غیر منصرف تک ہے۔

حضرت صدر العلماء کو نحو کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا' زمانہ طالب علمی میں نحو کی مشہور کتاب "کافیہ" زبانی یاد کی تھی' اگر مذکورہ بالا کتاب پر اکتفا کرتے تو عام قاری یہ تاثر لیتا کہ انہیں محض نحو پر دسترس تھی' لیکن آپ نے بشیر القاری کے نام سے بخاری شریف کی چھ احادیث کی شرح بڑے سائز کے ۲۴۸ صفحات پر لکھ کر واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو دیگر علوم کی طرح علم حدیث میں بھی اعلیٰ درجے کی مہارت حاصل ہے' بڑے بڑے دیوبندی شارحین حدیث پر جس وقت صدر العلماء گرفت فرماتے ہیں تو وہ ان کے سامنے طفل مکتب دکھائی دیتے ہیں۔

بطور مثال یہ حوالہ ملاحظہ فرمائیں کہ انور شاہ کشمیری صاحب کی تقریر فیض الباری میں یوں نقل کی گئی ہے:

> ولکل امری ما نوی سے کیا مراد ہے؟ اجر و ثواب اور ثمرہ ہے یا بعینہٖ وہ فعل مراد ہے جس کی انسان نے نیت کی ہے؟ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ میرے نزدیک دوسرا مطلب زیادہ ظاہر ہے' لہٰذا ہر شخص آخرت میں بعینہٖ اپنا عمل پائے گا اور جس کی اس نے دنیا میں نیت کی تھی بعینہٖ اسے پائے گا اسی باریک نکتے کی بنا پر جزا کے بعینہٖ وہ الفاظ ہیں جو شرط کے ہیں' لوگوں کا ذہن اس نکتے کی طرف منتقل نہیں ہو سکا اس لئے انہوں نے شرط اور جزا کے اتحاد کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ (ترجمہ فیض الباری ص ۱۱)

اس پر صدر العلماء نے پانچ وجہ سے گرفت فرمائی ہے' اور عربی عبارت پر عربی ہی میں گرفت فرمائی ہے۔ ایک وجہ کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے' فرماتے ہیں:

بعینہا اعمال کو آخرت میں پانے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کو جو دنیا میں نماز پڑھے گا وہ آخرت میں نماز پڑھے گا' جو دنیا میں زکوۃ دے گا وہ آخرت میں زکوۃ دے گا' جو دنیا میں شراب پئے گا وہ آخرت میں شراب پئے گا' اس طرح تو دار آخرت دار تکلیف اور دار معصیت بن جائے گا' حالانکہ اہل واقفیت ومعرفت میں سے کسی نے اس کا قول نہیں کیا۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال اچھی اور بری صورتوں کے ساتھ متشکل ہو کر پائے جائیں گے' جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں وارد ہوا ہے' اور یہ اس لئے کہ اعمال اعراض ہیں جواہر نہیں' لہٰذا یہ ایک دن سے دوسرے دن تک باقی نہیں رہتے' بلکہ ایک آن میں پیدا ہوتے ہیں اور دوسری آن میں فنا ہو جاتے ہیں اور بقا امثال کے ذریعے ہوتی ہے' متکلمین اسی کے قائل ہیں' اگر یہ مطلب ہے تو عینیت کا کوئی معنی نہ رہا جس پر فخر کا دارومدار ہے اور اسی سے اکابر علماء کی توہین اور تخفیف پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس گستاخی سے۔

(بشیر القاری' طبع ہندوستان ص ۳۳)

مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں ایک جملہ یہ لکھ دیا:

اللہ صاحب کی یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک کلمہ کن سے کروڑوں افراد جبرائیل اور محمد کی مثل پیدا کر ڈالے۔

اس پر خاتم الحکماء والمتکلمین علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحقیق الفتویٰ میں شدید تنقید کی اور اسے سرکار دو عالم' نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی قرار دیا۔ بحث مباحثہ سے دو مسئلے پیدا ہو گئے۔ (۱) کیا اوصاف کاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممکن بالذات ہے یا ممتنع بالذات؟ (۲) اللہ تعالیٰ کے

لئے جھوٹ ممکن ہے یا ممتنع؟ فریقین نے متعدد رسائل تحریر کئے مناظرے ہوئے..... اگر کوئی غیر مسلم ان مناظروں کو دیکھتا تو کیا تاثر لیتا؟ یہی ناں کہ مسلمان یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان کا رب جھوٹ بول سکتا ہے اور ان کے نبی کی مثل سینکڑوں' ہزاروں' لاکھوں نہیں' بلکہ کروڑوں افراد ممکن ہیں کہ کیا شان ہے ان کے رب کی اور کیا شان ہے ان کے نبی کی (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضرت صدر العلماء مولانا علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بشیر القادری (ص ۲۲۶ تا ۲۲۹) میں پہلے مسئلے کے بارے میں اہل حق کا موقف بڑے اختصار اور مدلل انداز میں بیان کیا ہے' درج ذیل سطور میں ان کی تحریر بعینہ نقل کی جاتی ہے۔ البتہ صاحب کشف المبہم کے رد میں ان کی عربی تحریر کا اردو ترجمہ راقم (شرف قادری) نے کر دیا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ کے بعد دوسرا خاتم النبیین ممکن ہے یا نہیں یا بالفاظ دیگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ آپ کا مثل ممکن ہے یا نہیں اور جو شخص ممکن مانے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ختم نبوت اسلام کا وہ عظیم الشان عقیدہ ہے جس پر ایمان کی صحت موقوف ہے بلکہ مذہب اسلام کی جان کہا جائے تو بیجا نہ ہو گا۔ دشمن اسلام عبداللہ ابن سبا یہودی کے مشن نے جس کا تذکرہ صفحہ ۱۹۶ پر ہم کر آئے ہیں اس عقیدہ کو ٹھیس لگانے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کیں چنانچہ بعض مدعیان اسلام کو طمع زر میں پھانس کر ان سے امکان کی بحث چھڑوا دی جس میں بعض ارباب علم بھی لغزش کھا گئے' نظر براں ضروری ہوا کہ اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے تحریر کر دیا جائے تا کہ جملہ ناظرین خصوصاً طلبہ علم دین اہل باطل کے دام فریب سے محفوظ رہیں۔ تحقیق اہل سنت و جماعت کی روشنی میں سرور انبیاء محبوب خدا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ممتنع بالذات ہے اس کی تفصیل ہے پیشتر دو باتوں کا بیان ضروری ہے اول ممتنع

بالذات کی تعریف کہ اس سے فہم جواب میں سہولت ہو گی اور دوم یہ کہ ممتنع بالذات تحت قدرت نہیں ہوتا۔ اس سے مخالفین کا دام فریب تار تار ہو جائے گا۔

ممتنع بالذات وہ مفہوم ہے جس کے مصداق کا وجود عقلا جائز نہ ہو جیسے اجتماع النقیضین اور ارتفاع النقیضین کہ ان میں سے ہر ایک کے مصداق کا وجود و تحقق عقل جائز نہیں رکھتی اور بلا پس و پیش بداہتہً حکم کرتی ہے کہ ان کا مصداق موجود و محقق نہیں ہو سکتا۔

ممتنع بالغیر: وہ مفہوم ہے جس کے مصداق کا تحقق عقلاً درست ہو مگر کسی امر خارجی کے پیش نظر درست نہ ہو جیسے برمذہب فلاسفہ عقل اول کا عدم کہ ممتنع بالغیر ہے عقل اس کا تحقق جائز رکھتی ہے مگر جب یہ لحاظ کریں کہ عقل اوّل علت تامہ (واجب الوجود) کی معلول ہے تو جائز نہیں رکھتی' کیونکہ جائز وہ ہے جو کسی محال کو مستلزم نہ ہو اور یہ محال کو مستلزم جو عدم واجب الوجود ہے' اسلئے کہ معلول کا عدم علت تامہ کے عدم کو مستلزم ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عدم عقل اول میں امتناع فی نفسہ نہیں۔ بلکہ علت تامہ (واجب الوجود) کی معلولیت کی بنا پر آیا۔ اسی لئے ممتنع بالغیر ہے اور برمذہب اہل سنت ابوجہل و ابولہب کا ایمان ممتنع بالغیر تھا اور وہ غیر اخبار الٰہی ہے' جس کے متعلق بعدم ہونے سے امتناع آیا ورنہ فی نفسہ ممکن ہے اسی واسطے یہ دونوں اس کے ساتھ مکلف تھے۔ ورنہ ممتنع بالذات کے ساتھ تکلیف واقع نہیں ہوتی کما ھو مقرر فی الاصول آج کل طلبہ بلکہ اساتذہ کی زبانوں پر ممتنع بالذات کی تعریف بایں طور جاری ہے کہ جس چیز کی ذات امتناع کو مقتضی ہو اس کو ممتنع بالذات کہتے ہیں یہ تعریف غلط ہے کیونکہ اس کی ذات متحقق ہی کہاں ہے؟ حتی کہ امتناع کو مقتضی ہو۔ فامعن النظر ولا تکن من المسرعین۔

ممتنع بالذات یا بالفاظ دیگر محال بالذات زیر قدرت نہیں اور ان کے مقدور نہ ہونے سے قادر مطلق جل مجدہ کا عجز لازم نہیں آتا' جیسے کہ مخالفین فریب دیا کرتے ہیں بلکہ محالات کا دائرۂ قدرت سے خارج رہنا عین کمال ہے۔ اگر محالات کو مقدور

مانا جائے تو قادر مطلق عزاسمہ کے وجوب ذاتی سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑے گا۔ جس کے نتیجہ میں یہ بات آئے گی کہ قادر مطلق عزاسمہ عالم کا خالق نہیں۔ کیونکہ جب وجوب ذاتی منتفی ہوا تو قادر مطلق عزاسمہ یا تو ممکن ہو گا یا ممتنع' ممکن کی شان سے افادہ وجود نہیں تو ممتنع سے بدرجہ اولیٰ کما بین فی الاصول' دلیل یہ ہے کہ محال اگر مقدور ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ہر ہر محال مقدور ہو گا یا بعض محالات مقدور ہوں گے اور بعض نہ ہوں گے۔ دوسری صورت ترجیح بلا مرجح کو مستلزم ہے اور ترجیح بلا مرجح باطل اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ باطل۔ تو یہ دوسری صورت باطل ہوئی۔ اور پہلی صورت اس لئے باطل کہ جب ہر ہر محال مقدور ہو گا تو محالات میں سے ایک محال قادر مطلق (واجب الوجود) کی فنا بھی ہے تو یہ بھی مقدور ہو گی۔ اور جب اس کی فنا مقدور ہوئی تو وہ واجب بالذات نہ رہا کہ جس کی فنا مقدور ہو وہ ممکن ہوتا ہے نہ واجب بالذات' کیونکہ واجب بالذات وہ موجود ہے جس کی فنا ممکن نہ ہو۔ پس بحمدہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ ممتنع بالذات زیر قدرت نہیں۔ سوال: قرآن کریم فرماتا ہے (ان اللہ علی کل شئی قدیر) اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اور ممتنع بالذات بھی ایک شے ہے تو اس پر بھی قادر ہوا پھر یہ کہنا کس طرح درست ہے؟ کہ ممتنع بالذات پر قادر نہیں۔ جواب: اس مقام پر آیت مذکورہ کو پیش کرنا باطل پرستوں کا فریب اور مغالطہ ہے جس سے بھولے بھالے کم فہم انسانوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں۔ آیت سے یہی تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے' ممتنع بالذات تو شے نہیں وہ تو لاشے ہے اور آیت شے پر قدرت کا اثبات کر رہی ہے نہ کہ لاشے پر اور شے موجود کو کہتے ہیں اور ممتنع بالذات موجود نہیں' پھر اس پر اثبات قدرت کس طرح ہو گیا۔ شرح عقائد نسفی کے شروع ہی میں ہے۔ (الشئی عندنا ھو الموجود) اہل سنت کے نزدیک شے موجود کو کہتے ہیں ان دو باتوں کو ذہن نشین کرنے کے بعد جواب کی تقریر سنیے۔

جواب کی تقریر

اوصاف دو قسم پر ہیں۔ قسم اول: وہ وصف جس کے موصوف کا تعدد عقل جائز رکھتی ہے پھر یہ دو قسم پر ہے ایک وہ جس میں اشتراک واقع ہے اور اس کے موصوف بکثرت متحقق ہیں جیسے بشریت' عربیت' ہاشمیت' نبوت' رسالت وغیرہ اوصاف جو کثیرین میں مشترک ہیں۔ ہمچو قسم اوصاف کے اعتبار سے آپ کا مثل متحقق ہے دوسرا وہ وصف جس میں اشتراک واقع نہیں جیسے حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پسر ہونا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر ہونا۔ رحمۃ للعالمین ہونا۔ منزل علیہ القرآن ہونا' جسمانی معراج ہونا وغیرہ اوصاف جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں اشتراک واقع نہیں ہوا۔ ایسے اوصاف میں آپ کا مثل ممکن ہے مگر واقع نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ قسم دوم وہ وصف جس کے موصوف کا تعدد عقلاً جائز نہیں جیسے اول مخلوق ہونا' اوّل مومن ہونا۔ بروز قیامت اول شافع ہونا۔ اول مشفع ہونا خاتم النبیین ہونا۔ ان میں سے ہر ایک وصف کا موصوف ایک ہی ہو سکتا ہے۔ متعدد ہونا ممکن نہیں' کیونکہ اول مخلوق کے معنی ہیں وہ ذات واحد جو تخلیق میں اپنے جمیع ماسوا پر سابق ہو۔ اول مومن کے معنی ہیں وہ ذات واحد جو ایمان لانے میں اپنے جمیع ماسوا پر سابق ہو۔ اول شافع کے معنی ہیں وہ ذات واحد جو بروز قیامت سفارش کرنے میں اپنے جمیع ماسوا پر سابق ہو۔ اول مشفع کے معنی ہیں وہ ذات واحد جو بروز قیامت سفارش مقبول ہونے میں اپنے جمیع ماسوا پر سابق ہو۔ خاتم النبیین کے معنی ہیں وہ ذات واحد جو تمام انبیاء سے متاخر ہو۔ چونکہ یہ اوصاف آپ کے لئے ثابت ہیں اور عقل ان کے موصوف کا تعدد جائز نہیں رکھتی اس لئے ان میں آپ کا مثل ممتنع بالذات ہے۔ علمائے اہل سنت ایسے ہی اوصاف کے اعتبار سے آپ کے مثل کو ممتنع بالذات فرماتے ہیں۔ انہوں نے اوصاف قسم اول میں مثل کے امکان کی نفی نہیں فرمائی۔ نہ ان سے یہ متصور بلکہ کوئی جاہل سے جاہل بھی نہیں کر سکتا کہ خود قرآن کریم وصف بشریت میں مثل کا اثبات فرما رہا ہے۔

(قل انما انا بشر مثلکم) اور وصف بشریت قسم اول سے ہے۔ اور اس میں مثل کی نفی سے قرآن کا انکار ہو جائے گا جو کفر ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ قسم دوم کے اوصاف مذکورہ میں آپ کا مثل ممتنع بالذات ہے تو اب ہم ان کے حکم شرعی کا تفاوت بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اول چار اوصاف میں مثل کو ممکن اعتقاد کرنے والا گمراہ ہے۔ کیونکہ یہ چاروں اوصاف آپ کے لئے حدیث غیر متواتر سے ثابت ہیں اور ان چاروں اوصاف میں مثل کو ممکن اعتقاد کرنے سے حدیث غیر متواتر ظنی کا انکار لازم آئے گا اور حدیث غیر متواتر ظنی کا انکار گمراہی ہے کفر نہیں اور پانچویں وصف (خاتم النبیین) میں مثل کو ممکن اعتقاد کرنے سے قرآن قطعی کا انکار لازم آئے گا اور قرآن قطعی کا انکار کفر ہے اسی واسطے امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی اپنی کتاب (المعتمد فی المعتقد) میں فرماتے ہیں (وآنکس کہ گوید کہ بعد از وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود و آنکس کو گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافر است این است شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ترجمہ: اور جو شخص کہے کہ آپ کے بعد دوسرا نبی ہوا تھا یا ہے یا ہوگا اور جو شخص کہے کہ ممکن ہے کہ ہو (ان میں سے ہر ایک) کافر ہے۔ خاتم انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی یہ شرط ہے (کہ آپ کے بعد دوسرے نبی کے امکان کی نفی کرے اور اس کو ممتنع بالذات مانے کیونکہ ممکن اعتقاد کرنے میں آیت (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کا انکار لازم آئے گا جو کفر ہے)

میں کہتا ہوں: اس مسئلے میں علامہ محمد بشیر الدین ابن مولانا محمد کریم الدین عثمانی قنوجی راہ راست سے بھٹک گئے ہیں انہوں نے مسلم الثبوت کی شرح کشف المبہم مما فی المسلم میں لکھا ہے:

اس جگہ اس شخص کے قول کا باطل ہونا ظاہر ہو جاتا ہے جس نے یہ کہا ہے کہ ہمارے آقا و مولا اور ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل عقلاً محال ہے' اس

شخص نے دلیل میں وہ خبریں پیش کیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں فرمائے گا اور آپ خاتم النبیین ہیں۔ یہ قول اس لئے باطل ہے کہ ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ممکن ہیں اور ممکن کی مثل ممکن ہوتی ہے' جیسے علماء کرام کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شے پر قادر ہو وہ اس کی مثل پر بھی قادر ہے' جیسے شرح مواقف اور علم کلام کی دوسری کتابوں میں ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ آپ کی مثل ممکن ہو اور ممکن علم یا خبر کی بنا پر امکان سے خارج نہیں ہوتا..... اس مسئلے میں ہمارے زمانے میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور اس بارے میں متعدد رسائل لکھے گئے ہیں..... لیکن حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کو بھاگنا ہی تھا۔

قنوجی صاحب کی تقریر خود غلط اور باطل ہے' اس کی دو وجہیں ہیں:

۱- یہ غلط فہمی اور کج فہمی پر مبنی ہے' کیونکہ کسی بھی ذمہ دار عالم نے یہ نہیں کہا کہ مثل کا عقلاً ممتنع ہونا ان خبروں کی بنا پر ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں فرمائے گا اور آپ خاتم النبیین ہیں جیسے کہ قنوجی صاحب نے کہا ہے' یہاں تک کہ اس پر یہ اعتراض ہو کہ کسی شے کے معدوم ہونے کی خبر اس شے کو عقلاً ممتنع نہیں بنا دیتی' یہ بات کسی بھی عقل مند کے شایان شان نہیں ہے' چہ جائیکہ وہ فضلاء کہیں جو ملت بیضاء کے محافظ ہیں۔

بلکہ مثل کے عقلی طور پر ممتنع ہونے کا قول اس امر پر مبنی ہے کہ وصف خاتمیت عقلاً متعدد افراد میں شریک ہونے کا احتمال ہی نہیں رکھتا' جیسے کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے؟

وکم من عائب قولاً صحیحاً

وآفتہ من الفہم السقیم

بہت سے لوگ صحیح بات پر اعتراض کر دیتے ہیں' حالانکہ ساری خرابی بیمار سوچ کی بنا پر ہوتی ہے۔

۲- آپ جان چکے ہیں کہ صفت کی پہلی قسم میں مثل ممکن ہے اور صفت کی دوسری قسم میں مثل ممتنع بالذات ہے۔ قنوجی صاحب نے جو کہا ہے کہ ممکن کی مثل ممکن ہے' اس سے اگر وہ پہلی قسم مراد لے رہے ہیں تو یہ بات صحیح ہے لیکن ان کے لئے مفید اور اہل حق کے لئے نقصان دہ نہیں ہے' کیونکہ اہل حق صفت کی پہلی قسم میں مثل کو ممکن مانتے ہیں اور اگر صفت کی دوسری قسم مراد ہے تو ان کا یہ قول باطل ہے اور شرح مواقف کے اس حوالہ سے تائید حاصل کرنا بھی درست نہیں ہے کہ جو شے پر قادر ہے وہ اس کی مثل پر بھی قادر ہے' کیونکہ اس قول میں مثل سے مراد صفت کی پہلی قسم میں مثل ہے' کیونکہ اگر صفت کی دوسری قسم میں مثل مراد لی جائے تو محال لازم آئے گا' جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اب آیت مبارکہ کی تلاوت کرنی چاہیے۔

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً

عربی کے ایک مقولے کا ترجمہ ہے حق اگرچہ کڑوا ہو قبول کرنے کے لائق ہے اور باطل چھوڑ دینے کے قابل ہے اگرچہ موتی ہو۔

سوال: بیہقی نے بروایت ابوالضحیٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت (ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن) کی تفسیر میں صحیح اسناد کے ساتھ یہ روایت پیش کی ہے۔ (قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم و نوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم و عیسیٰ کعیساکم) جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا مثل نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے زمانے میں اس کا اثبات فرما رہے ہیں پھر مثل کی نفی کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ جواب: یہ روایت مفید مدعیٰ نہیں اولاً اس لئے کہ اگرچہ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ حاکم نے بھی تصحیح کی ہے مگر متن میں شذوذ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرنے میں ابو الضحیٰ متفرد ہیں اسی

واسطے خود بیہقی نے (شعب) میں بیان کیا کہ یہ روایت شاذ المتن ہے اور جب بوجہ شذوذ متن روایت ضعیف ٹھہری تو قابل احتجاج ہی نہ رہی۔

علاوہ ازیں اگر صحت تسلیم کر لی جائے تب بھی مفید نہیں کہ مسئلہ از قبیل عقاید ہے جن میں حدیث مشہور بھی معتبر نہیں ہوتی اور یہ از قبیل آحاد ہے۔ ثانیاً اس لئے کہ کلام مطلقاً مثل کی نفی میں نہیں حتیٰ کہ اس کے اثبات میں اس کو پیش کرنا درست ہو بلکہ کلام مثل خاص کی نفی میں ہے۔ کما مر اس کے تحقق پر یہ روایت دلالت نہیں کرتی اور غالباً اس سے مراد وہ منذرین ہیں جو انبیائے بشر کے عہد میں ان کی جانب سے طبقات زیریں میں احکام پہنچاتے تھے۔ روایت میں انبیائے سابقین کا ذکر زمانہ ماضی پر قرینہ ہوسکتا ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۱۹ میں ہے (صححه الحاكم ايضا ذكر البيهقي في الشعب انه شاذا لمتن بالمرة قال الحافظ السيوطي وهذا الكلام في غاية الحسن فانه لا يلزم من صحة الاسناد صحة المتن لاحتمال صحة الاسناد ويكون في المتن شذوذ او علة تمنع صحته واذا تبين ضعف الحديث اغنى ذالك عن تاويله لان مثل هذا المقام لا تقبل فيه الاحاديث الضعيفة ويمكن ان يؤول على ان المراد بهم النذر الذين كانوا يبلغون الجن عن انبياء البشر ولا يبعد ان يسمى كل منهم باسم النبي الذي بلغ عنه والله اعلم وبعد فيه كلام لا يسعه هذا المقام۔

دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے یہ اعتراض بڑے طمطراق سے اٹھایا جاتا تھا حضرت مولانا سید غلام جیلانی نے اس کا بڑا مسکت، معقول اور عملی جواب دیا ہے۔

ان کی طرف سے کہا جا رہا تھا دیکھئے ہم نے کتنی کتابیں تصنیف کی ہیں؟ اور کتنی شرحیں لکھی ہیں؟ انہیں بتا دیا کہ آپ نے علم کے ساتھ جہالت و بدعقیدگی کی کتنی اشاعت کی ہے؟ اس کا بار کس کی گردن پر ہوگا؟ علماء دیوبند دم بخود ہیں اور کوئی جواب نہیں دے سکے۔

درج ذیل سطور میں آپ کا مختصر تذکرہ حیات پیش کیا جاتا ہے:

صدر العلماء حضرت مولانا سید غلام جیلانی ابن مولوی سید غلام فخر الدین ابن علامہ سید سخاوت حسین (رحمہم اللہ تعالیٰ) ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ کو ریاست دادوں ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے، پرائمری سکول میں چار جماعتیں پڑھنے کے بعد آپ کے چچا مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری نے مدرسہ انجمن اہل سنت، مراد آباد (جو آج جامعہ نعیمیہ کے نام سے موسوم ہے) میں داخل کرا دیا حضرت مولانا عبدالعزیز فتح پوری سے فصول اکبری اور کافیہ کی تعلیم حاصل کی، حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ سے گلستان، قدوری اور قال اقول کے ابتدائی اسباق پڑھے۔ صرف ونحو کی طرف ابتدا ہی سے میلان طبع تھا، چنانچہ جلد ہی نحو کی مشہور کتاب کافیہ مکمل حفظ کر لی، روزانہ صبح حافظوں کی طرح دور کیا کرتے تھے۔

۱۹۳۳ء میں حافظ ملت حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین جونپوری کے ہمراہ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ (مصنف بہار شریعت) سے اکتساب فیض کے لئے اجمیر شریف حاضر ہوئے، امتحان کے بعد شرح جامی کی کلاس میں داخلہ ملا، دو ماہ بعد مجلس شوریٰ کی طرف سے ایک روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر ہوا، یہ دو مہینے بڑی کس مپرسی کے دور میں گزرے۔ ملاحسن کے تحریری امتحان میں ممتحن نے اس قدر تحسین فرمائی کہ مجلس شوریٰ نے چار روپے انعامی وظیفہ مقرر کر دیا، مولانا عبدالمجید اور مولانا عبدالحی افغانی سے بھی تعلیم حاصل کی، شرح تہذیب کی منطقی ترکیب مولانا عبداللہ افغانی سے پڑھی، حاشیہ عبدالغفور (برشرح جامی) اور تکملہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی حضرت مولانا سید امیر اجمیری پنجابی سے پڑھا۔ فوقانی کتب اور بہت سے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ حواشی حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی سے پڑھے۔

۱۳۵۱ء میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی اجمیر شریف سے بریلی

منقبت

رشحات قلم: حضرت علامہ بدرالقادری مدظلہ (ہالینڈ)

صدر العلماء ہے تو ہی بدر العلماء ہے
میرٹھ کے مسلمانوں پہ تو فضل خدا ہے

رہبر تو شریعت کا طریقت کا شناور
تو ظاہر و باطن کے لئے رہنما ہے

تابندہ درخشندہ تری خلوت و جلوت
پر نور ترے جہد مسلسل کی فضا ہے

آباد ریاضت سے تری اک نئی دنیا
اک عہد ترے سوز تنفس سے جیا ہے

سب اپنی جگہ انجمن علم ہیں شاہا
جس جس کو ترے علم کا فیضان ملا ہے

کتنوں نے ترے در سے لئے علم کے انوار
تو قاسم انعام و کرامت کا گدا ہے

سینہ ترا علم نبوی کا ہے مدینہ
تو شارح اقوالِ شہنشاہِ ھدیٰ ہے

تو عارف منقول ہے تو واقف معقول
ہر علم میں ہر فن میں امام العلماء ہے

انوارِ بخاری ہیں زباں سے تری جاری
سینہ ترا گنجینہ عرفاں خدا ہے

تو غوث کے روحانی تصرف کا ہے مظہر
صدقہ تجھے بغداد و کچھوچھہ سے ملا ہے

اجمیر معلی سے ملی علم کی دولت
ہر خوبی تری خواجہ کی چوکھٹ کی عطا ہے

تو فضل حق اور شیخ ہدایت کا ہے نائب
تو آئینہ آلِ رسولِ دوسرا ہے

تجھ سے ہے نعیمی رضوی قصر کی رونق
تو مجد ہے امجد کا رضا کی تو رضا ہے

تحقیق کی دنیا میں ہے اونچا ترا پایہ
انداز ترا اپنے معاصر سے جدا ہے

ہے فیض ترا جاری زباں اور قلم سے
تدریس کا تصنیف کا تو نجم ھدیٰ ہے

تو بادشاہِ نحو ہے تو نکتہ رسِ صرف
ہر علم میں رب نے تجھے ممتاز کیا ہے

نازاں ہیں جنہیں تجھ سے ملا شرف تلمذ
محتاج جو ترا تھا وہ اب نہر سخا ہے

میرٹھ کی زمیں پر تھا تو ہی مرجع علماء
اور اب بھی ترا شان سے دربار لگا ہے

اس بدر نے بھی کی ہے ترے رخ کی زیارت
اک چاند سا چہرہ ہے جو آنکھوں میں بسا ہے

اس سمت تھی کب بدر کے خامہ کی توجہ
جو کچھ ہے یہ ایوب میاں ہی کا کیا ہے

سید الاساتذہ حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی کی یادیں

''حضرت الحاج علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایڈیٹر جہان رضا لاہور اپنی ملاقاتوں کا تذکرہ کرتے ہیں''۔

فخر علماء اہل سنت پاک و ہند' مولانا غلام جیلانی میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ 1965 کے ابتدائی دنوں میں پاکستان آئے تو مجھے پہلی بار ان سے نیاز مندی حاصل ہوئی۔ میں ان دنوں ایک سرکاری ادارہ میں اچھی پوسٹ پر کام کر رہا تھا۔ مولانا کے ساتھ مولانا ریحان میاں بریلی شریف بھی تھے۔ جن دنوں میری تقرری فیصل آباد تھی ان دنوں مولانا ریحان میاں شیخ الحدیث مولانا سردار احمد محدث اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ کے دارالعلوم میں پڑھتے تھے میں شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے جاتا تو ریحان میاں سے نہ صرف ملاقات ہوتی بلکہ وہ اکثر میری کوٹھی پر چلے آتے اور رات گئے تک اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے خوش کام کرتے' میں ان کی زبان کے لہجے سے متاثر تھا۔ اس شناسائی کی وجہ سے جب مولانا غلام جیلانی میرٹھی پاکستان آئے تو انہیں میرے پاس لے آتے انہیں لاہور میں ہوم سیکرٹری سے کچھ کام تھا۔ میرے ٹیلیفون سے ان کا کام تو ہو گیا مگر حضرت نے میرے گوشہ دل میں ایسی جگہ سنبھالی کہ ان کی زندگی کے آخری لمحات تک میں انہیں یاد دلاتا رہا۔

آرام کردہ بہ نہاں خانہ دلم

وہ قیام پاکستان کے دوران اکثر میرے پاس آتے۔ شفقت فرماتے' محبت فرماتے اور اپنی علمی نوازشات سے نوازتے اگرچہ انہوں نے میری قلمی خدمات کو بڑی قدر کی مگر

اپنی وقیع تصانیف بشیر القاری شرح بخاری (جلد اول) اور بشیر الکامل اپنے دستخطوں سے عنایت فرمائیں۔ بشیر القاری کا مقدمہ بڑا عمدہ تھا۔ میں نے پڑھا ہدیہ تحسین پیش کیا اور حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر لے جا کر سرخ گلابوں کے پھولوں کے ہاروں میں انہیں سبد گل بنا دیا۔ میری اس والہانہ عقیدت پر بہت خوش ہوئے۔

دوسری بار لاہور آئے تو اپنی تمام تفقیق تصانیف لے کر آئے۔ لاہور آنے سے وہ مولانا مشتاق احمد نظامی ایڈیٹر پاسبان' الہ آباد کی ایک تاریخی کتاب خون کے آنسو بھیج چکے تھے جسے میں نے مکتبہ نبویہ لاہور پاکستان میں سب سے پہلے زیور طباعت سے آراستہ کیا تھا۔ کتاب کا پاکستانی ایڈیشن دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔

آپ لاہور میں کئی دن رہے۔ مسلسل اپنی مجالس میں جگہ دیتے اور عقائد اہل سنت پر تنظیمی اور علمی امور گفتگو فرماتے۔ وہ مدرس تھے' معلم تھے' مصنف تھے۔ ملکی سیاسیات کی بجائے وہ ہمیشہ علمی گفتگو کرتے تھے۔ واپس ہندوستان گئے تو میرٹھ سے اپنی تصانیف کے پارسل بھیجتے جو پاکستانی علمائے کرام کے لئے گئے دوستان ارمغانے دہم بن کر آتے۔ انہوں نے اپنی تصانیف کے علاوہ میرٹھ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کئی کتابیں شائع کیں اور برصغیر میں پھیلائیں۔

سید الاساتذہ فخر علماء اہل سنت مولانا غلام جیلانی ۱۹۰۰ء میں ریاست دادون علی گڑھ (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام الحاج غلام فخر الدین ابن مولانا حکیم سخاوت حسین فخری سلیمانی ہے۔ آپ کے چچا برصغیر کے معروف عالم دین مولانا قطب الدین برہمچاری (م ۱۳۴۹ھ) نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل کرا دیا۔ ابتدائی کتابیں مولانا عبدالعزیز فتحپوری سے پڑھیں۔ گلستان' قدوری' قال اقول تک حضرت صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی سے پڑھیں۔ شرح ملا جامی اجمیر شریف کے مدرسہ میں پڑھی۔ ان دنوں نحو کے امام مولانا امتیاز احمد امیٹھوی اسی دارالعلوم میں پڑھاتے تھے۔ ملا حسن کے تحریری امتحان میں امتیازی حیثیت اختیار کی۔ آپ کے اساتذہ میں سید عبدالمجید' مولانا عبدالحئی افغانی' مولانا عبداللہ افغانی' سید امیر احمد پنجابی اور حضرت مولانا امجد علی اعظمی

(مولف بہار شریعت) کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت صدر الشریعۃ نے ہی آپ کو بریلی کے دارالعلوم منظر الاسلام میں داخل کرایا اور فوقانی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۵۲ھ میں صدر الشریعۃ کے ہاتھوں دستار فضیلت اور سند تکمیل حاصل کی۔ بریلی میں آپ کے ہم درس شاہ عبدالعزیز شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ' مولانا حبیب الرحمٰن مدظلہ' مولانا سردار احمد شیخ الحدیث لائلپوری' مولانا رفاقت حسین (والد ماجد مولانا) شاہ محمود احمد قادری مولف تذکرہ علماء اہل سنت تھے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد دارالعلوم محمدیہ جائس میں تدریس شروع کی۔ مولانا حبیب الرحمان شروانی کے مشورہ پر کرنال کے دارالعلوم میں صدر مدرس بنے پھر کانپور کے احسن المدارس میں صدر مدرس بنے۔ شوال ۱۹۳۵ء میں میرٹھ کی اس اسلامی درس گاہ میں صدر مدرس ہوئے جو خان بہادر الحاج بھیا بشیر الدین نے اندر کوٹ میں قائم کیا تھا۔ اس درس گاہ میں دیوبندی علماء کا تسلط تھا۔ وہ علماء اہل سنت کے متعلق یہ تاثر قائم کرتے تھے کہ ان کے ہاں علم نہیں ہے۔ مولانا غلام جیلانی نے نہ صرف ان کے چیلنج کو قبول کیا بلکہ بدر عالم میرٹھی کے پیر و مرشد قاری اسحاق کو تدریس و مناظرہ میں شکست دی۔ مولوی بدر عالم میرٹھی کی فیض الباری شرح صحیح بخاری کی علمی اور فنی غلطیاں واضح کیں اور بشیر القاری کے نام پر صحیح بخاری کی جامع اور مستند شرح لکھی۔

اندر کوٹ میرٹھ انڈیا میں میرٹھ کے ایک مخیر اور امیر شخص الحاج بشیر الدین بھیا مرحوم نے ایک مدرسہ قائم کیا تو آپ نے مسند تدریس پر جلوہ فرما ہو کر علوم و فنون کا ایک چشمہ جاری کر دیا۔ آپ کی قابلیت اور تدریسی انداز کی قوت نے سارے ہندوستان کے طلبائے علوم دینیہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ بے پناہ تشنگان علم آنے لگے۔ آج دنیائے سنیت کے کئی آفتاب و ماہتاب اس چشمہ نور سے فارغ ہو کر نور افشانی کر رہے ہیں۔

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن اسی چشمہ نور سے دینی علوم حاصل کر کے نکلے۔ حضرت کے والد مکرم الشاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ نے اس دارالعلوم کی سرپرستی فرمائی۔ قائد اہل سنت اپنی مجالس میں اپنے

استاذِ مکرم سید غلام جیلانی میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ کا بے حد احترام سے ذکر کرتے ان کا ذکر آتا۔ تو ان کے علمی واقعات کو بڑی محبت اور عقیدت سے بیان فرماتے۔ اپنے استاذِ مکرم کی علمی مساعی کو ہدیہ تحقیق پیش کرتے۔ حضرت قائد اہل سنت نے کئی بار اپنی نجی گفتگو کے دوران اپنے استاذِ مکرم کی زندگی کے ایسے ایسے واقعات سناتے جس سے حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی کی شخصیت آفتاب جہاں تاب بن کر سامنے آتی اور ایمان تازہ ہو جاتا جب راقم آپ کے استاذِ گرامی سے ذکر کرتا تو بڑے خوش ہوتے۔

آج دنیائے تدریس میں آپ کی تصانیف والہانہ کردار ادا کر رہی ہیں۔

علوم حق کا سمندر غلام جیلانیؒ

غلام صاحب کوثر غلام جیلانی
فقیر کوئے پیغمبر غلام جیلانی

نہ جانے کتنے پیاسوں کو کر گیا سیراب
علوم حق کا سمندر غلام جیلانی

تو پاسبان شریعت تو بوستان علوم
تمہاری دھوم ہی گھر گھر غلام جیلانی

تمام عمر کٹی عشق مصطفےٰ میں تیری
اے نور شافع محشر غلام جیلانی

بریلی کچھوچھہ کے فیض کا صدقہ
بنا عمل کا مصدر غلام جیلانی

ہر اک زبان پہ تیرا نام ہے بحمد اللہ
ہے تیرا راج دلوں پر غلام جیلانی

ادا ہوا زبان سے ہمیشہ کلمہ حق
تو وقت کا ہے قلندر غلام جیلانی

تمہارے نام کا ڈنکا بجا زمانے میں
تو ہر نظر کا ہے محور غلام جیلانی

مہکتا پھول ہے سادات کے تو گلشن کا
سلام ہو، میرا تجھ پر غلام جیلانی

تمہارے در پہ نیازی کی حاضری ہو کبھی
سناؤں نعت میں آ کر غلام جیلانی

نتیجہ افکار، الحاج عبدالستار نیازی (مرحوم)
فیصل آباد (پاکستان) 2 جولائی 2001ء بروز پیر رقم فرمود